كلمة الحديث

فضل اکبر کاشمیری

نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جائے

حدیث قدسی میں ہے کہ :'' يَا ابن آدم إنك لو أتيتني بقراب الأرض خطايا ثم لقيتني لا تشرك بي شيئاً لأ تيتك بقرابها مغفرة'' اے انسان! اگر تو زمین بھر گناہ بھی لے کر میرے پاس آئے لیکن تو نے شرک نہ کیا ہو تو میں تجھے اس کے برابر بخشش دوں گا (الترمذی: ۳۵۴۰ وقال: ھذا حدیث حسن غریب)

اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم کو اور تم سے پہلے گزرے ہوئے سارے انبیاء کو وحی بھیج کر بتلایا گیا ہے کہ اگر (بفرض محال) تم نے شرک کیا تو تمھارا سرمایۂ عمل ضائع ہو جائے گا اور تم دیوالیہ ہو جاؤ گے [الزمر: ٦٥] نبی سے شرک کا صدور امر محال ہے لیکن صرف اُمت کو سمجھانے کیلئے اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانعام (آیت: ۸۳ تا ۸۸) میں اٹھارہ نبیوں کا نام لے کر اور باقی انبیاء کا من أبا ئِهِم میں اجمالاً ذکر کر کے گویا تمام انبیاء کرام کا بیان کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ اگر ان میں سے کہیں کوئی شرک کر بیٹھتا تو اس کے سارے اعمال غارت ہو جاتے۔ شرک کائنات کا سب سے بڑا گناہ، سب سے بڑی گمراہی اور سب سے بڑا ظلم ہے۔ شرک انتہائی ناقص عقیدہ ہے۔ آج خود غرض اور مطلبی مولوی، ملاّ، ڈھونگی مرشد، پیرزادے، صوفی اور نقلی درویشوں نے اپنی طمع نفسانی اور دنیا طلبی کی غرض سے ہمارے ناواقف اور بے علم بھائیوں کو اپنے مکر کے جال میں پھنسا کر توحید و سنت پر دبیز پردہ ڈالا اور شرک، کفر، بدعت اور ضلالت کو چمکانے کی ایسی کوشش کی کہ اپنے زعم باطل میں توحید کے آفتاب کو مدہم بنا دیا۔ اللہ وحدہٗ لاشریک کی صفات خاصہ غیر اللہ میں منوا دیں۔ قبر پرستی، پیر پرستی، ارواح پرستی، تقلید پرستی، رسوم تعزیہ داری، علَم، الاؤ، نعل کی سواری، خواجہ خضر کی ناؤ، بی بی کی صحنک، قبروں پر عرضیاں، عرس، ناچ رنگ، غیر اللہ کی نذر و نیاز، بزرگوں کے نام کے ورد اور وظائف، بدشگونی، وہم پرستی، اصلی نقلی قبروں کے سجدے، طواف، غلاف اور چڑھاوے، انبیاء، اولیاء، پیروں اور شہیدوں کو غیب دان جاننا اور ان کی ارواح کو ہر جگہ حاضر و ناظر ماننا داخل اسلام ہو گیا۔ کروڑوں مسلمان قبروں کے پجاری اور لاکھوں مجاور قبروں کے بیوپاری بن بیٹھے۔ قیصر و کسریٰ کی مملکتوں سے خراج وصول کرنے والے اب مزارات اور قبروں کی کمائی پر جینے لگے۔ پس ہر طالبِ آخرت کا یہ فریضہ ہے کہ اپنے عقائد کو قرآن و سنت کی کسوٹی پر پرکھے اور صحیح اسلامی عقائد اختیار کر کے اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچائے۔ تعصب کی عینک اتار کر بصیرت کی نگاہ سے قرآن و حدیث کا مطالعہ کرے۔ شرک کے ہر پہلو پر گہری نظر ڈالے۔ ایسا نہ ہو کہ انسان کلمہ بھی اسلام کا پڑھتا رہے اور ساتھ ہی ساتھ شرک کے دلدل میں بھی مبتلا رہے۔ طرفہ تماشا یہ ہے کہ تصوف کے دین کے علم بردار جب مخالفین سے فتوے کی زبان میں بات کرتے ہیں تو ان پر مشین گن کی طرح فتوؤں کی بوچھاڑ کر دیتے ہیں لیکن جب وہی عقائد و نظریات اپنے بزرگوں کی کتابوں میں پاتے ہیں تو اکابر پرستی کا حق ادا کر کے ان کی بے جا وکالت کرنے پر تُلے ہوئے نظر آتے ہیں۔

زبان سے گر کیا دعویٰ توحید تو کیا حاصل؟

فقہ الحدیث　حافظ زبیر علی زئی

کلمہ طیبہ اور اعمالِ صالحہ

أضواء المصابيح في تحقيق مشكوة المصابيح

الفصل الثالث:

عن عبادة بن الصامت قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول: من شهد أن لا إله إلا الله و أن محمداً رسول الله، حرّم الله عليه النار، رواه مسلم۔

(سیدنا) عبادہ بن الصامت (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ: جس نے لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کی گواہی دی (تو) اللہ نے اس پر (جہنم کی) آگ حرام قرار دے دی ہے، اسے مسلم (۲۹/۴۷) نے روایت کیا ہے۔

فقه الحديث:

۱۔ جو شخص لا الہ الا اللہ (اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں) اور محمد رسول اللہ (محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں) کی گواہی دیتا ہے تو یہ شخص مسلم ہے اِلا یہ کہ نواقضِ اسلام میں سے کوئی ناقض ثابت ہو جائے جو اسے دائرۂ اسلام سے باہر نکال دے۔ **والله المستعان**

۲۔ اہلِ توحید مسلمان جہنم میں کفار کی طرح ہمیشہ نہیں رہیں گے۔ اگر کوئی مسلم کسی گناہ کی وجہ سے جہنم میں داخل ہوگا تو بالآخر اسے جہنم سے نکال لیا جائے گا۔ **والحمدلله**

۳۔ جو شخص زبان کے ساتھ لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ (ﷺ) کی گواہی نہیں دیتا وہ شخص ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔

۴۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: '' **من قال: لاإله إلا الله صادقاً بها دخل الجنة** ''
جو شخص تصدیق کرتے ہوئے، لا الہ الا اللہ کہے گا تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (مسند احمد ۴/۴۱۱ ح ۱۹۶۸۹ و سندہ صحیح)

دوسری روایت میں آیا ہے کہ: '' **يشهد أن لاإله إلاالله مستيقناً بها قلبه فبشره بالجنة** ''
جو شخص دل سے یقین کرتے ہوئے لا الہ الا اللہ کہے گا تو اسے جنت کی خوش خبری دے دو۔ (صحیح مسلم: ۳۱/۵۲)

ایک اور روایت میں ہے کہ: '' **من قال: لاإله إلاالله و كفر بما يعبد من دون الله...** '' **إلخ**
جو شخص لا الہ الا اللہ کہے اور اللہ کے سوا جس کی عبادت کی جاتی ہے اُس (کی عبادت) کا انکار کرے.. اِلخ (مسلم: ۲۳/۳۷)
معلوم ہوا کہ لا الہ الا اللہ کے دلی و زبانی اقرار کے ساتھ شرک و کفر سے برأت کرنا بھی شرطِ ایمان ہے۔

۵۔ اس حدیث سے بھی ایمان کا قول و عمل ہونا ثابت ہوتا ہے۔

⑬ وعن عثمان رضي الله عنه قال قال رسول الله ﷺ :من مات وهو يعلم أنه لا إله إلا الله دخل الجنة۔ رواه مسلم۔

(سیدنا) عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اس حالت میں مرے کہ وہ لا الہ الا اللہ (تصدیق کرتے ہوئے یقینی طور پر) جانتا ہوتو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اسے مسلم (۲۶/۴۳) نے روایت کیا ہے۔

فقه الحديث:

۱۔ نجات صرف اللہ ورسول پر ایمان لانے اور قرآن وحدیث پر عمل کرنے پر ہی موقوف ہے۔ توحید وسنت کے بغیر اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔ توحید کو ماننے والا ہی جنتی ہے۔

۲۔ توحید سے پہلے اس کا علم ہونا اور پھر دل، زبان اور جسم سے اس کی تصدیق کرنا ہی ایمان ہے۔

⑭ وعن جابر قال:قال رسول الله ﷺ :ثنتان موجبتان، قال رجل :يارسول الله!ما الموجبتان ؟ قال:من مات يشرك بالله شيئاً دخل النار، ومن مات لا يشرك بالله شيئاً دخل الجنة۔ رواه مسلم۔

(سیدنا) جابر (بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دو چیزیں واجب کرنے والی ہیں۔ ایک آدمی نے پوچھا: یا رسول اللہ! یہ دو واجب کرنے والی چیزیں کیا ہیں؟ آپ (ﷺ) نے فرمایا: جو شخص اس حالت میں مرے گا کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی چیز میں (بھی) شرک کرتا تھا تو آگ میں داخل ہوگا۔ اور جو شخص اس حالت میں مرے گا کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی چیز میں بھی شرک نہیں کرتا تھا تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اسے مسلم (۹۳/۱۵۱) نے روایت کیا ہے۔

فقه الحديث:

ط۔ شرک ایسا گناہ ہے جو تمام اعمال صالحہ کو جلا کر راکھ کر دیتا ہے۔ اس کے باوجود لوگوں کی اکثریت ہر دور میں شرک میں مبتلا رہی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿ وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ إِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ﴾

اور لوگوں کی اکثریت اللہ پر ایمان لانے (کا دعویٰ کرنے) کے باوجود شرک کرتی ہے۔ (سورۃ یوسف:۱۰۶)

⑮ وعن أبي هريرة قال:كنا قعوداً حول رسول الله ﷺ ومعنا أبو بكر وعمر رضي الله عنهما في نفر، فقام رسول الله ﷺ من بين أظهرنا، فأبطأ علينا، وخشينا أن يقتطع دوننا، وفزعنا فقمنا، فكنت أول من فزع، فخرجت أبتغي رسول الله ﷺ، حتى أتيت حائطاً للأنصار لبني النجار، فساورت به، هل أجد له باباً؟ فلم أجد ، فإذا ربيعٌ يدخل في جوف حائطٍ من بئر خارجة۔ والربيع الجدول۔ قال:فاحتفزت فدخلت على رسول الله ﷺ۔ فقال:أبو هريرة؟ فقلت:نعم

يا رسول اللّٰه!قال:ما شأنك؟ قلت:كنت بين أظهر نا فقمت فأبطأت علينا، فخشينا أن تقتطع دوننا، ففزعنا، فكنت أول من فزع، فأتيت هذا الحائط، فاحتفزت كما يحتفز الثعلب، وهؤ لاء الناس ورائي۔ فقال:ياأبا هريرة!وأعطاني نعليه، فقال:اذهب بنعلي هاتين، فمن لقيك من وراء هذا الحائط يشهد أن لاإله إلااللّٰه مستيقناً بها قلبه؛ فبشره بالجنة فكان أول من لقيت عمر فقال: ما هاتان النعلان يا أبا هريرة؟ قلت؛ هاتان نعلارسول اللّٰه ﷺ بعثني بهما، من لقيت يشهد أن لا إله إلااللّٰه مستيقناً بها قلبه، بشرته بالجنة، فضرب عمر بين ثديي، فخررت لإستي۔ فقال:ارجع ياأبا هريرة!فرجعت إلى رسول اللّٰه ﷺ فأجهشت بالبكاء، وركبني عمر ، وإذا هوعلى أثري، فقال رسول اللّٰه ﷺ :مالك يا أبا هريرة؟ فقلت :لقيت عمر فأخبر ته بالذي بعثتني به، فضرب بين ثديي ضربة خررت لإستي ۔ فقال:ارجع، فقال رسول اللّٰه ﷺ :يا عمر !ما حملك على مافعلت؟ قال يا رسول اللّٰه ! بأبي أنت وأمي، أبعثت أبا هريرة بنعليك، من لقي يشهد أن لاإله إلااللّٰه مستيقناً بها قلبه بشره بالجنة؟ قال:نعم۔ قال:فلا تفعل ، فإني أخشى أن يتكل الناس عليها، فخلهم يعملون۔ فقال رسول اللّٰه ﷺ:فخلهم۔ رواه مسلم۔

(سیدنا)ابوہریرہ(رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ ہمارے ساتھ دوسرے لوگوں میں (سیدنا) ابوبکراور (سیدنا) عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان سے اُٹھ کر چلے گئے اور آپ نے کافی دیر لگادی۔ ہمیں یہ خوف لاحق ہوگیا کہ کہیں آپ (ﷺ) کو ہماری غیر حاضری میں کوئی تکلیف نہ پہنچ جائے۔ ہم ڈر کر اُٹھ کھڑے ہوئے، میں سب سے پہلے ڈرا تھا۔ میں رسول اللہ ﷺ کو تلاش کرتے ہوئے انصاری قبیلے بنونجار کے چار دیواری والے باغ کے پاس پہنچا۔ میں نے اس کا دروازہ تلاش کیا مگر دروازہ نہ ملا تاہم باہر کے کنویں سے باغ کے اندر ایک (بڑی) نالی جارہی تھی۔ میں سکڑتے ہوئے اس نالی کے راستے سے باغ میں داخل ہوگیا تو آپ ﷺ کے پاس پہنچ گیا۔ آپ نے فرمایا: ابوہریرہ ہو؟

میں نے کہا: جی ہاں، یارسول اللہ! آپ نے پوچھا: تمہیں کیا ہوا ہے؟

میں نے کہا: آپ ہمارے پاس تھے پھر آپ اُٹھ کھڑے ہوئے تو کافی دیر ہوگئی۔ ہمیں یہ خوف لاحق ہوا کہ کہیں آپ کو ہماری غیر حاضری میں کوئی تکلیف نہ پہنچ جائے۔ تو ہم سب گھبرا گئے۔ میں سب سے پہلے گھبرایا تھا پس میں اس چار دیواری والے باغ کے پاس پہنچا اور لومڑی کی طرح سکڑ کر آ گیا ہوں، لوگ میرے پیچھے آ رہے ہیں۔

آپ (ﷺ) نے مجھے اپنے جوتے دے کر فرمایا: اے ابوہریرہ! میرے یہ دونوں جوتے لے کر جاؤ پھر تمہیں اس باغ کے باہر جو شخص دل سے یقین کرتے ہوئے لا الہ الا اللہ کی گواہی دیتا ملے تو اسے جنت کی خوش خبری دے دو۔

سب سے پہلے مجھے (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) ملے تو پوچھا: اے ابو ہریرہ! یہ جوتے کیا ہیں؟
میں نے کہا: یہ رسول اللہ ﷺ کے جوتے ہیں۔ آپ نے مجھے یہ جوتے دے کر بھیجا ہے کہ میں جس شخص سے ملوں جو دل سے یقین کرتے ہوئے لا الٰہ الا اللہ کی گواہی دیتا ہے تو اسے خوش خبری دے دوں کہ وہ جنتی ہے۔
(سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) نے میری چھاتی پر مارا تو میں پیٹھ کے بل گر گیا۔ انہوں نے کہا: اے ابو ہریرہ! واپس چلے جاؤ۔ تو میں رسول اللہ ﷺ کے پاس واپس گیا اور میں رونے کی وجہ سے ہچکیاں لے رہا تھا۔ عمر (رضی اللہ عنہ) میرے پیچھے پیچھے (تیز) آ رہے تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: اے ابو ہریرہ! تمہیں کیا ہوا ہے؟ میں نے کہا: میری عمر (رضی اللہ عنہ) سے ملاقات ہوئی تو میں نے انہیں وہ بتا دیا جو آپ نے مجھے بتایا تھا۔ پس انہوں نے میری چھاتی پر زور سے مارا حتیٰ کہ میں پیٹھ کے بل گر پڑا اور کہا: واپس چلے جاؤ۔
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عمر! تم نے یہ کام کیوں کیا ہے؟ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، کیا آپ نے ابو ہریرہ کو اپنے جوتے دے کر بھیجا (اور بتایا) کہ جو شخص دل سے یقین کرتے ہوئے لا الٰہ الا اللہ کی گواہی دے تو اسے جنت کی خوش خبری دے دو؟ آپ (ﷺ) نے فرمایا: جی ہاں۔
انہوں (عمر رضی اللہ عنہ) نے کہا: آپ ایسا نہ کریں، مجھے ڈر ہے کہ لوگ اسی پر بھروسہ کر کے اعمال چھوڑ دیں گے تو رسول اللہ ﷺ نے (ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے) فرمایا، پس انہیں چھوڑ دو۔ اسے مسلم (۳۱/۵۲) نے روایت کیا ہے۔

فقه الحديث:

۱۔ اصل نجات دل سے یقین والے ایمان پر ہے۔ ایمان کے بعد ہی اعمالِ صالحہ اللہ کے ہاں مقبول ہو سکتے ہیں۔
۲۔ نبی کریم ﷺ سے صحابہ کرام بہت زیادہ محبت کرتے تھے۔ اسی وجہ سے آپ کی بظاہر گمشدگی پر وہ بہت پریشان ہوئے اور آپ کی تلاش میں چاروں طرف والہانہ انداز میں نکل کھڑے ہوئے۔ **رضي الله عنهم أجمعين**
۳۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بہت جلیل القدر صحابی ہیں۔ نبی ﷺ سے محبت اور آپ کی احادیث کا سماع و روایت آپ کی زندگی کا مقصد تھا۔
۴۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی تائید میں آسمان سے قرآن نازل ہوتا تھا۔ نبی ﷺ نے بھی آپ کے مشورے کو اہمیت دی۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ جنتی ہیں۔ **والحمدللّٰہ**
۵۔ روایت کے ساتھ اگر قرائن بھی ہوں تو دلی اطمینان اور یقین کامل حاصل ہو جاتا ہے، اسی وجہ سے آپ ﷺ نے اپنے نعلین (جوتے) دے کر سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا تھا۔
۶۔ اگر شاگرد سبق یاد نہ کرے یا قابلِ تادیب حرکت کرے تو اسے عندالضرورت مارا پیٹا بھی جا سکتا ہے تاکہ اس کی اصلاح ہو جائے۔

۷۔ صرف لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ (ﷺ) کہہ لینے پر ہی اعتماد نہیں کرنا چاہئے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اس کلمہ طیبہ پر جسم و جان کے ساتھ پورا پورا عمل کرنا چاہئے۔

اس روایت میں مرجئہ کا رد ہے جو اعمال کو ایمان سے خارج قرار دیتے ہیں۔

۸۔ اگر کسی مکان کے مالک کی ناراضی کا خوف نہ ہو اور کوئی شرعی مانع نہ ہو تو اس مکان میں عندالضرورت اضطراری حالت میں بغیر اجازت کے داخل ہونا جائز ہے۔

۹۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ انتہائی قوی اور دلیر تھے۔ جس بات کو حق سمجھتے تھے علی الاعلان اُس کا اظہار کرتے تھے۔

۱۰۔ عوام الناس کے فتنہ میں مبتلا ہونے کے ڈر کی وجہ سے بعض آیات و احادیث صحیحہ کا بیان نہ کرنا جائز ہے تاکہ ناسمجھ لوگ ان سے غلط مفہوم مراد نہ لے لیں۔

محرم کے مسائل

ابو معاذ

۱: بعض لوگوں میں یہ مشہور ہے کہ ''محرم میں شادی نہیں کرنی چاہیے'' اس بات کی شریعتِ اسلامیہ میں کوئی اصل نہیں ہے

۲: خاص طور پر محرم ہی کے مہینے میں قبرستان پر جانا اور قبروں کی زیارت کتاب و سنت سے ثابت نہیں ہے، یاد رہے کہ آخرت و موت کی یاد اور اموات کے لیے دعا کے لیے ہر وقت بغیر کسی تخصیص کے قبروں کی زیارت کرنا جائز ہے بشرطیکہ شرکیہ اور بدعتی امور سے مکمل اجتناب کیا جائے۔

۳: عاشوراء (۱۰ محرم) کے روزے کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

'' **وصیام یوم عاشوراء احتسب علی اللہ أن یکفر السنۃ التی قبلہ** '' میں سمجھتا ہوں کہ عاشوراء کے روزے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ گزشتہ سال کے گناہ معاف فرما دیتا ہے۔ [صحیح مسلم: ۲۷۴۶، ۱۱۶۲/۱۹۶]

ایک دوسری روایت میں آیا ہے کہ ''**أفضل الصیام بعد رمضان شهر الله المحرم** '' رمضان کے بعد سب سے بہترین روزے، اللہ کے (حرام کردہ) مہینے محرم کے روزے ہیں۔ [صحیح مسلم: ۲۷۵۵، ۱۱۶۳/۲۰]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: '' **خالفوا الیهود وصوموا التاسع والعاشر** '' یہودیوں کی مخالفت کرو اور نو (محرم) کا روزہ رکھو۔ [مصنف عبدالرزاق ۲۸۷/۴ ح ۷۸۳۹ وسندہ صحیح، والسنن الکبریٰ للبیہقی ۲۸۷/۴]

۴: محرم حرام کے مہینوں میں سے ہے۔ اس میں جنگ و قتال کرنا حرام ہے الا یہ کہ مسلمانوں پر کافر حملہ کر دیں۔ حملے کی صورت میں مسلمان اپنا پورا دفاع کریں گے۔

۵: محرم ۶ ھ میں غزوہ خیبر ہوا تھا (۲۳ مئی ۶۲۷ء) دیکھئے تقدیم تاریخی ص ۲

۶: ۱۰ محرم ۶۱ ھ کو سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو کربلاء میں مظلومانہ شہید کئے گئے۔ ان کی شہادت پر شور مچا کر رونا، گریبان پھاڑنا اور منہ وغیرہ پیٹنا یہ سب حرام کام ہیں۔ اسی طرح ''امام زادے'' وغیرہ کہہ کر افسوس کی مختلف رسومات انجام دینا اور سبیلیں وغیرہ لگانا شریعت سے ثابت نہیں ہے۔

حافظ زبیر علی زئی

توضیح الأحکام

سوال وجواب/تخریج الاحادیث

فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی صاحب السلام علیکم امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوں گے۔
میں اس خط کے ذریعے سے یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ یہ منصور حلاج کون تھا۔ کس صدی میں گزرا ہے، اور کس جرم کی پاداش میں اسے قتل کیا گیا تھا۔ محدثین اور علماء محققین منصور حلاج کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔ دلائل سے ثابت کریں۔ (والسلام فقط انعام الرحمٰن تحصیل وضلع صوابی گاؤں وڈاکخانہ زروبی محلّہ بوزرخیل)

الجواب: **حسین بن منصور الحلاج کا تعارف**

حسین بن منصور الحلاج، جسے جاہل لوگ منصور الحلاج کے نام سے یاد کرتے ہیں، کا مختصر وجامع تعارف درج ذیل ہے:

۱۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

''**المقتول علی الزندقة، ماروی ولله الحمد شیئاً من العلم، وکانت له بدایة جیّدة وتألّه وتصوّف، ثم انسلخ من الدین، وتعلم السحر وأراهم المخاریق، أباح العلماء دمه فقتل سنة احدی عشرة و ثلا ثمائة**''

اسے زندیق ہونے کی وجہ سے قتل کیا گیا تھا۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے علم کی کوئی چیز روایت نہیں کی۔ اُس کی ابتدائی حالت (بظاہر) اچھی تھی، عبادت گزاری اور تصوف (کا اظہار کرتا تھا) پھر وہ دین (اسلام) سے نکل گیا، جادو سیکھا اور (استدراج کرتے ہوئے) خرقِ عادت چیزیں لوگوں کو دکھائیں، علماء کرام نے فتویٰ دیا کہ اس کا خون (بہانا) جائز ہے لہٰذا اُسے ۳۱۱ھ میں قتل کیا گیا۔ (میزان الاعتدال ج۱ ص۵۴۸)

۲۔ حافظ ابن حجر العسقلانی فرماتے ہیں کہ:

''**والناس مختلفون فیه، وأکثرهم علی أنه زندیق ضال**'' ''لوگوں کا اس (حسین بن منصور الحلاج) کے بارے میں اختلاف ہے، اکثریت کے نزدیک وہ زندیق گمراہ (تھا) ہے (لسان المیزان ج۲ ص۳۱۴ والنسخۃ المحققۃ ۲/ ۵۸۲)

دورِ متاخرین میں اسماء الرجال کے ان دو جلیل القدر اماموں اور اسماء الرجال کی دو مشہور ترین کتابوں سے جمہور

علماء کے نزدیک حلاج مذکور کا زندیق وگمراہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔

۳۔ جلیل القدر امام ابوعمر محمد بن العباس بن محمد بن زکریا بن یحییٰ البغدادی (ابن حیویہ) رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

''لماأخرج حسين الحلاج ليقتل مضيت في جملة الناس، ولم أزل أزاحم حتى رأيته، فقال لأصحابه: لا يهولنم هذا، فإني عائد إليكم بعد ثلاثين يوماً، ثم قتل ''

جب حسین (بن منصور) حلاج کو قتل کے لئے (جیل سے) نکالا گیا تو لوگوں کے ساتھ میں بھی (دیکھنے کے لئے) گیا، میں نے لوگوں کے رش کے باوجود اُسے دیکھ لیا، وہ اپنے ساتھیوں سے کہہ رہا تھا: ''تم اس سے نہ ڈرنا، میں تیس (۳۰) دنوں کے بعد تمہارے پاس دوبارہ (زندہ ہوکر) آجاؤں گا'' پھر وہ قتل کر دیا گیا۔

(تاریخ بغداد ج ۸ ص ۱۳۱ ت ۴۲۳۲ وسندہ صحیح، المنتظم لابن الجوزی ۴۰۶/۱۳ وقال: ''**وهذا الإسناد صحيح لاشك فيه** ''
لسان المیزان ۳۱۵/۲ وقال: ''**وإسناد ها صحيح**'')

اس صحیح سند سے معلوم ہوا کہ حسین بن منصور حلاج جھوٹا شخص تھا۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

''وعند جماهير المشائخ الصوفية وأهل العلم أن الحلاج لم يكن من المشائخ الصالحين ، بل كان زنديقاً ''

جمہور مشائخ تصوف اور اہلِ علم (علمائے حق) کے نزدیک حلاج نیک لوگوں میں سے نہیں تھا بلکہ زندیق (بہت بڑا ملحد وگمراہ) تھا (مجموع فتاویٰ ج۸ ص۳۱۸)

''الحمد لله رب العالمين، الحلاج قتل على الزندقة ''

اللہ رب العالمین کا شکر ہے، حلاج کو زندیق ہونے کی وجہ سے قتل کیا گیا تھا [مجموع فتاویٰ ۱۰۸/۳۵]

شیخ الاسلام مزید فرماتے ہیں کہ: ''**وكذلك من لم يجوز قتل مثله فهو مارق من دين الاسلام** ''

اوراسی طرح جو شخص حلاج کے قتل کو جائز نہیں سمجھتا تو وہ (شخص) دین اسلام سے خارج ہے [مجموع فتاویٰ ج ۲ ص ۴۸۶]

۴۔ حافظ ابن الجوزی نے اس (حسین بن منصور) کے بارے میں ایک کتاب لکھی ہے ''**القاطع المحال اللجاج القاطع بمحال الحلاج** '' (المنتظم ۲۰۴/۱۳)

ابن جوزی فرماتے ہیں: ''**أنه كان مُمَخْرِقاً** '' بےشک وہ جھوٹا باطل پرست تھا۔ (ایضاً ۲۰۶/۱۳)

ان شدید جرحوں کے مقابلے میں حلاج مذکور کی تعریف وتوثیق ثابت نہیں ہے۔

ظفر احمد عثمانی تھانوی دیوبندی صاحب نے اشرف علی تھانوی دیوبندی صاحب کی زیرِ نگرانی ایک کتاب لکھی ہے ''القول المنصور فی ابن منصور، سیرت منصور حلاج'' یہ کتاب مکتبہ دار العلوم کراچی نمبر ۱۴ سے شائع شدہ ہے۔ اس کتاب میں تھانوی صاحب نے موضوع، بے اصل اور مردود روایات جمع کر کے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ (دیوبندیوں کے نزدیک) حسین بن منصور حلاج اچھا آدمی تھا (!)

مثال نمبرا۔ تھانوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''لوگوں کے اسرار بیان کر دیتے، ان کے دلوں کی باتیں بتلا دیتے (یعنی کشف ضمائر بھی حاصل تھا) اسی وجہ سے ان کو حلاج الاسرار کہنے لگے، پھر حلاج لقب پڑ گیا'' (سیرت منصور حلاج ص ۳۱)

تبصرہ: اس قول کی بنیاد تاریخ بغداد کی ایک روایت ہے جسے احمد بن الحسین بن منصور نے تستر میں بیان کیا تھا [ج ۸ ص ۱۱۳] احمد بن الحسین بن منصور کے حالات معلوم نہیں ہیں لہذا یہ شخص مجہول ہے۔

مثال نمبر۲۔ تھانوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''حسین بن منصور نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے لئے حدوث کو لازم کر دیا ہے......''

(سیرت منصور حلاج ص ۴۷ بحوالہ رسالہ قشیریہ)

عبدالکریم بن ہوازن القشیری کے الرسالۃ القشیریۃ میں یہ عبارت بحوالہ ابو عبدالرحمٰن (محمد بن الحسین) السلمی النیسابوری لکھی ہوئی ہے (ص ۱۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

ابو عبدالرحمٰن السلمی اگرچہ اپنے عام شہر والوں اور اپنے مریدوں کے نزدیک جلیل القدر تھا مگر اسی شہر کے محدث محمد بن یوسف القطان النیسابوری (**وکان صدوقاً، له معرفة بالحدیث وقد درس شیئاً من فقه الشافعي، وله مذهب مستقیم وطریقة جمیلة** / تاریخ بغداد ۴۱۱/۳) فرماتے ہیں کہ:

''**کان أبو عبدالرحمٰن السلمي غیر ثقة...... وکان یضع للصوفیة الأحادیث**'' ''ابو عبدالرحمٰن السلمی غیر ثقہ تھا......اور وہ صوفیوں کے لئے احادیث گھڑتا تھا (تاریخ بغداد ج ۲ ص ۲۴۸ وسندہ صحیح)

اس شدید جرح کے مقابلے میں سلمی مذکور کی تعدیل بطریقِ محدثین ثابت نہیں ہے۔ سلمی کے استاد محمد بن محمد بن غالب اور اس کے استاد ابو نصر احمد بن سعید الاسفنجانی کی توثیق بھی مطلوب ہے۔ خلاصہ یہ کہ اس موضوع سند کو تھانوی صاحب نے فخریہ پیش کیا ہے۔

تنبیہ بلیغ: عبدالکریم بن ہوازن نے رسالہ قشیریہ میں حسین الحلاج کو بطورِ ولی ذکر نہیں کیا۔ رسالہ قشیریہ اس کے ترجمہ سے خالی ہے۔ کسی دوسرے شخص کے حالات میں ذیلی طور پر اگر ایک موضوع روایت میں اُس کا نام آ گیا ہے تو اس پر خوشی نہیں منانی چاہئے۔

خلاصۃ التحقیق: حسین بن منصور الحلاج اولیاء اللہ میں سے نہیں تھا بلکہ وہ ایک گمراہ وزندیق صوفی تھا جسے جلیل القدر فقہاء اسلام کے متفقہ فتوے کی بنیاد پر چوتھی صدی ہجری کے شروع میں قتل کر دیا گیا تھا۔ اس کی کرامتوں کے بارے میں سارے قصے موضوع و بے اصل ہیں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ''**ولا أری یتعصب للحلاج إلا من قال بقوله الذي ذکر أنه عین الجمع فهذا هو قول أهل الوحدة المطلقة ولهذا تری ابن عربي صاحب الفصوص یعظمه**

ویقع فی الجنید و اللّٰہ الموفق ''

''میری رائے میں حلاج کی حمایت ان لوگوں کے سوا کوئی نہیں کرتا جو اس کی اس بات کے قائل ہیں جس کو وہ عین جمع کہتے ہیں اور یہی اہل وحدت مطلقہ کا قول ہے اس لئے تم ابن عربی صاحب فصوص کو دیکھو گے کہ وہ حلاج کی تو تعظیم کرتے ہیں اور جنید کی تحقیر کرتے ہیں'' (لسان المیزان ج۲ ص۳۱۵، وسیرت منصور حلاج ص۴۵ حاشیہ)

اہلِ وحدت مطلقہ سے مراد وہ صوفی حضرات ہیں جو وحدت الوجود اور حلولیت کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

تعالی اللّٰہ عما یقولون علواً کبیراً ،

اس قول کا رد ظفر احمد تھانوی صاحب نے رسالہ قشیریہ کی موضوع روایت سے کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ رد تحقیقی میدان میں بذاتِ خود مردود ہے۔ تھانوی صاحب نے یہ دعویٰ بھی کیا ہے کہ ''ابن منصور اور جنید کا عقیدہ توحید ایک ہی تھا'' [ص۴۶] مگر انہوں نے اس دعوی پر کوئی صحیح دلیل پیش نہیں کی۔ علمی میدان میں عبدالوہاب الشعرانی، خرافی صوفی بدعتی کے بے سند حوالوں سے کام نہیں چلتا بلکہ صحیح و ثابت سندوں کی ضرورت ہوتی ہے۔

''الحدیث'' حضرو کا یہ امتیاز ہے کہ ''الحدیث'' میں صرف صحیح و ثابت حوالہ ہی بطورِ استدلال لکھا جاتا ہے۔ اسماء الرجال کے حوالے بھی اصل کتابوں سے صحیح و ثابت سندوں کے ساتھ پیش کئے جاتے ہیں۔ ضعیف روایات اور ضعیف حوالوں کی ہمیں ضرورت ہی نہیں ہے **والحمد للّٰہ علی ذلك**

رسول اللہ ﷺ کی احادیث ہوں یا سلف صالحین کے آثار و اسماء الرجال کے حوالے، سب کے لئے صحیح و حسن لذاتہ اسانید کی ضرورت ہے۔ شیخ الاسلام عبداللہ بن المبارک المروزی رحمہ اللہ (متوفی ۱۸۱ھ) فرماتے ہیں کہ:

''**الإسناد من الدین ، ولولا الإسناد لقال من شاء ما شاء** ''سند دین میں سے ہے، اگر سند نہ ہوتی تو جو شخص جو چاہتا کہہ دیتا (مقدمہ صحیح مسلم ترقیم دارالسلام: ۳۲ وسندہ صحیح)

وما علینا إلا البلاغ (۱۴ شوال ۱۴۲۶ھ)

سوال: درج ذیل روایت کی تحقیق درکار ہے:

''جب رسول اللہ ﷺ کو غسل دیا گیا تو پانی آپ کی آنکھوں کے گڑھوں پر بلند ہوگیا۔ علی رضی اللہ عنہ نے اسے پی لیا تو انہیں اولین اور آخرین کا علم دے دیا گیا۔'' (کلیم حسین شاہ، راولپنڈی)

الجواب: یہ روایت بے سند و بے اصل ہے۔ اسے عبدالحق دہلوی نے اپنی کتاب ''مدارج النبوۃ'' میں ''روایت کیا گیا ہے کہ'' کے الفاظ سے بے سند و بے حوالہ لکھا ہے (جلد دوم ص۵۹۶، اردو مترجم، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ، ۴۰ اردو بازار لاہور)

مشہور صوفی احمد بن محمد القسطلانی (متوفی ۹۲۳ھ) لکھتے ہیں کہ:

''**وذکر ابن الجوزی أنه روی عن جعفر بن محمد قال: کان الماء یستنقع فی جفون النبی ﷺ فکان علي یحسوہ ، وأما ماروي أن علیاً لما غسله ﷺ امتص ماء محاجر عینیه فشربه وأنه قدورث بذلك علم الأولین والآخرین، فقال النووي: لیس بصحیح**''

ابن جوزی نے ذکر کیا ہے کہ جعفر بن محمد سے روایت کی گئی ہے کہ: نبی ﷺ کی پلکوں پر پانی جمع ہو جاتا تھا تو علی (رضی اللہ عنہ) اسے پی لیتے تھے۔ اور جو یہ روایت کی گئی ہے کہ جب علی (رضی اللہ عنہ) نے آپ ﷺ کو غسل دیا تو آپ کی پلکوں کا پانی چوس کر پی لیا۔ اس وجہ سے انہیں اولین وآخرین کا علم دیا گیا، پس نووی نے کہا: یہ صحیح نہیں ہے۔
(المواهب اللدنية بالمنح المحمدية ج۳ ص۳۹۶)

یہ دونوں روایتیں بالکل بے اصل اور من گھڑت ہیں۔ جعفر بن محمد الصادق رحمہ اللہ سے منسوب روایت کہیں بھی باسند نہیں ملی۔ جو لوگ رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولنے سے نہیں شرماتے وہ جعفر صادق پر جھوٹ بولنے سے کس طرح شرما سکتے ہیں۔ ابن جوزی کی اصل کتاب دیکھنی چاہئے تا کہ یہ معلوم ہو کہ ابن جوزی نے اگر یہ بے سند روایت بیان کی ہے تو اس پر کیا جرح کی ہے؟

خلاصۃ التحقیق: خط کی مسئولہ روایت موضوع، بے اصل و بے سند ہے۔ وما علینا إلا البلاغ

''السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اما بعد! امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔ اللہ کرے آپ بخیریت وبعافیت دین حق کی خدمت کرتے رہیں۔ الحمد للہ مجلّہ ''الحدیث'' افق عالم پر عموماً اور عالم علمی میں خصوصاً، ایک چمکتا دمکتا ستارہ اور توحید وسنت کا فوارہ باقاعدہ مل رہا ہے۔ اللہ کریم وحکیم اس ستارہ کو دوام بخشے اس عالم فانی میں۔ (آمین)
چند مسائل میں راہ نمائی فرما کر ممنون فرمائیں۔ بہت بہت مہربانی!

سوال: حسب ذیل روایات (احادیث) کی تخریج وتحقیق درکار ہے:

(الف) عن عائشة رضي الله عنها قالت:'' السنة على المعتكف أن لا يعود مريضاً ولا يشهد جنازة.......... ولا اعتكاف إلا في مسجد جامع'' (ابوداود: ح۲۴۷۳)

نیز یہ بھی بتادیں کہ کیا ''غیر جامع مسجد'' میں اعتکاف جائز نہیں؟

(ب) عن ابن عباس رضي الله عنه قال قال رسول الله ﷺ :''ومن اعتكف يوماً ابتغاء وجه الله تعالىٰ جعل الله بينه وبين النار ثلاثة خنادق أبعد مما بين الخافقين'' (طبرانی اوسط بیہقی الترغیب ۲/ ۱۵۰)

(جیم) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ :'' إذا اتخذ الفيئ دولاً والأمانة مغنماً والزكاة مغرماً........... وآيات تتابع كنظام بال قطع سلكه فتتابع''
(الترمذی ابواب الفتن، باب ماجاء فی علامۃ حلول المسخ والخسف ح۲۲۱۱)

نیز فرمائیں کہ اس طویل حدیث ''وظهرت الأصوات في المساجد'' سے کیا مراد ہے؟

سائل: محمد صدیق بمقام تلیاں ڈاکخانہ سمندر کٹھہ ضلع ایبٹ آباد کوڈ (22270) تاریخ: 2005-11-13''

الجواب: **الحمد لله رب العالمين والصلوٰة والسلام على رسوله الأمين أما بعد :**

اعتکاف کے بعض مسائل

(الف): یہ روایت سنن ابی داود (۲۴۷۳) وسنن الدارقطني (۲/۲۰۱ ح ۲۳۳۸، ۲۳۳۹) والسنن الکبریٰ للبیہقی (۴/۳۲۰، ۳۲۱)

میں الزہري عن عروۃ بن الزبیر (وسعید بن المسیب) عن عائشۃ رضی اللہ عنہا کی سند سے مروی ہے۔

شیخ البانی لکھتے ہیں کہ: ''وإسناده صحيح'' اور اس کی سند صحیح ہے (ارواء الغلیل ۴/۱۳۹ ح ۹۶۶)

عرض ہے کہ اس روایت کے مرکزی راوی امام محمد بن مسلم الزہری رحمہ اللہ ثقہ بالا جماع ہونے کے ساتھ ساتھ مدلس بھی تھے، دیکھئے طبقات المدلسین بتحقیقي (۳/۱۰۲، المرتبۃ الثالثۃ)

طحاوی نے کہا: ''إنما دلس به'' أي الزهري (شرح معاني الآثار ۱/۵۵ باب مس الفرج)

انہیں العلائی (جامع التحصیل ص ۱۰۹) ابوزرعۃ ابن العراقی (۶۰) ذہبی، ابومحمود مقدسی، حلبی (ص ۵۰) سیوطی (۴۶) اور معاصرین میں سے الدمینی (۳/۱۴۹) نے مدلسین میں شمار کیا ہے۔

شیخ حماد بن محمد الانصاری المدنی نے انہیں طبقہ ثالثہ میں ذکر کیا ہے۔

(اتحاف ذوي الرسوخ بمن رمي بالتدليس من الشيوخ ص ۴۷ رقم: ۱۲۷)

حافظ العلائی اور برہان الحلبی کہتے ہیں کہ'' وقد قبل الأئمة قوله :عن ''

(جامع التحصیل ص ۱۰۹ والتبیین لأسماء المدلسین ص ۵۰ رقم: ۶۴)

اس کا رد کرتے ہوئے حافظ ابوزرعۃ ابن العراقی فرماتے ہیں:

''قلت: وحكى الطبري في تهذيب الآثار عن قوم أنه من المدلسين وذلك يقتضي خلافاً في ذلك ''

میں نے کہا: (ابن جریر) طبری نے (اپنی کتاب) تہذیب الآثار میں ایک قوم سے نقل کیا ہے کہ وہ (زہری) مدلسین میں سے تھے اور یہ اس (قول: وقد قبل الأئمة قوله :عن) کے خلاف ہونے کا متقاضی ہے (کتاب المدلسین ص ۹۰ رقم: ۶۰)

جب امام زہری کا مدلس ہونا ثابت ہے تو راجح یہی ہے کہ غیر صحیحین میں ان کی معنعن روایت، عدمِ سماع اور عدمِ متابعتِ قویہ کے بغیر ضعیف ہی ہوتی ہے۔

خلاصۃ التحقیق: یہ روایت بلحاظ اصول حدیث وبلحاظ سند ضعیف ہے لہذا مردود ہے۔

تنبیہ: زہری کی یہ روایت مختصراً موقوفاً موطا امام مالک (۱/۳۱۲ ح ۷۰۱ بتحقیقی، ۲/۴/۳۷ ح ۵۶۷ بتحقیق الشیخ الصالح الصدوق ابی اُسامۃ سلیم بن عیدالہلالی السّلفی) میں موجود ہے۔ اس میں بھی زہری مدلس ہے لیکن موطا والی روایت میں زہری کے سماع کی تصریح التمہید لابن عبدالبر (۸/۳۱۹) میں موجود ہے۔

اس روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ:'' أن عائشة كانت إذا اعتكفت لاتسأل عن المريض إلا وهي تمشي ولا تقف '' یعنی: بے شک جب (سیدہ) عائشہ (رضی اللہ عنہا) اعتکاف فرماتیں تو کسی مریض کی عیادت نہیں کرتی تھیں الا یہ کہ بغیر رُکے چلتے چلتے ہی بیمار پُرسی کرلیتیں۔

اس کی تائید صحیح مسلم کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں آیا ہے کہ ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: ''إن كنت لأدخل البيت للحاجة والمريض فيه فما أسأل عنه إلا وأنا مارّة '' اور میں (انسانی) ضرورت کے لئے گھر میں داخل ہوتی اور اس میں کوئی مریض ہوتا تو میں صرف چلتے چلتے ہی اس کی بیمار پُرسی کرتی تھی۔
(صحیح مسلم، کتاب الحیض ب ۳، ح ۷/۲۹۷ و ترقیم دارالسلام: ۶۸۵)

اعتکاف کے یہ مسائل میرے علم کے مطابق کسی صحیح مرفوع حدیث سے ثابت نہیں ہیں لہذا اس سلسلے میں بعض آثارِ صحیحہ پیشِ خدمت ہیں:

۱۔ عروہ بن الزبیر نے فرمایا: ''لا اعتكاف إلا بصوم'' روزے کے بغیر اعتکاف نہیں ہوتا۔
(مصنف ابن ابی شیبہ ۸۷/۳ ح ۹۶۲۶ وسندہ صحیح)

۲۔ سعید بن جبیر نے کہا: (اعتکاف کرنے والا) جمعہ میں حاضر ہو، مریض کی عیادت کرے اور حاکمِ وقت کی اطاعت کرے (ابن ابی شیبہ ۸۸/۳ ح ۹۶۳۲ وسندہ صحیح)

اور فرمایا: جمعہ میں حاضر ہو، مریض کی عیادت کرے، جنازے میں حاضر ہو اور حاکم وقت کی اطاعت کرے۔
(ایضاً ۸۸/۳ ح ۹۶۳۴ وسندہ صحیح)

۳۔ عامر الشعبی نے فرمایا: قضائے حاجت کے لئے باہر جائے، مریض کی عیادت کرے، جمعہ پڑھنے کے لئے جائے اور دروازے پر کھڑا ہو (ابن ابی شیبہ ۸۸/۳ ح ۹۶۳۶ وسندہ صحیح)

۴۔ حسن بصری نے فرمایا: قضائے حاجت کے لئے جائے، جنازہ پڑھے اور مریض کی بیمار پرسی کرے۔
(ابن ابی شیبہ ۸۸/۳ ح ۹۶۳۹ وسندہ صحیح)

۵۔ ابن شہاب الزہری نے کہا: نہ تو جنازہ پڑھے، نہ مریض کی عیادت کرے اور نہ کسی کی دعوت قبول کرے۔
(ابن ابی شیبہ ۸۹/۳ ح ۹۶۴۴ وسندہ صحیح)

۶۔ عروہ بن الزبیر نے کہا: نہ تو دعوت قبول کرے، نہ مریض کی بیمار پرسی کرے اور نہ جنازے میں حاضر ہو۔
(ابن ابی شیبہ ۸۹/۳ ح ۹۶۴۶ وسندہ صحیح)

ان آثار کو دیکھ کر راجح اور قوی پر عمل کریں۔

زہری فرماتے ہیں کہ: اعتکاف اسی مسجد میں کرنا چاہئے جہاں نماز باجماعت ہوتی ہے۔ (ابن ابی شیبہ ۹۱/۳ ح ۹۶۷۳ وسندہ صحیح)
یہی تحقیق حکم بن عتیبہ، حماد بن ابی سلیمان، ابوجعفر اور عروہ بن الزبیر کی ہے۔

(ابن ابی شیبہ ۹۲/۳ ح ۹۶۷۴۔۹۶۷۶ و اسانیدها صحيحة)

جبکہ عمومِ قرآن ﴿وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِي الْمَسَاجِدِ﴾ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ہر مسجد میں اعتکاف جائز ہے چاہے وہ مسجد جامع ہو یا غیر جامع۔ واللّٰه أعلم

ابوقلابہ نے اپنی قوم کی مسجد میں اعتکاف کیا تھا (ابن ابی شیبہ ۹۰/۳ ح ۹۶۶۰ وسندہ صحیح)

یہی تحقیق سعید بن جبیر اور ابراہیم نخعی کی ہے (ابن ابی شیبہ ۳/ ۹۰ ح ۹۶۶۳ وسندہ قوی، ۳/ ۹۱ ح ۹۶۶۵ وسندہ قوی)
سابقہ آثار جن میں نماز جمعہ کے لئے جانے کے لئے معتکف کو اجازت دی گئی ہے، سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ غیر جامع مسجد میں اعتکاف جائز ہے۔ اعتکاف کے اجماعی مسائل کے لئے دیکھئے الحدیث: ۷ ص ۴۶
(ب) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منسوب یہ روایت المعجم الاوسط للطبرانی (۸/ ۱۶۰ ح ۷۳۲۲) شعب الإیمان للبیہقی (۳/ ۴۲۴ ح ۳۹۶۵) اخبار اصبهان لأبی نعیم الاصبهانی (۱/ ۸۹، ۹۰) وتاریخ بغداد للخطیب البغدادی (۴/ ۱۲۶، ۱۲۷ ترجمہ: ۱۸۰۲)
میں بشر بن سلم البجلی عن عبدالعزیز بن ابی رواد عن عطاء عن ابن عباس کی سند سے مروی ہے۔
بشر البجلی کے بارے میں حافظ ابوحاتم الرازی نے کہا: '' هو منكر الحديث '' (الجرح والتعدیل ۲/ ۳۵۸) اس شدید جرح کے مقابلے میں حافظ ابن حبان کا اس راوی کو کتاب الثقات (۸/ ۱۴۳، ۱۴۴) میں ذکر کرنا مردود ہے۔
خلاصۃ التحقیق: یہ روایت بلحاظ سند ضعیف ہے۔ شیخ البانی نے بھی اسے ضعیف قرار دیا ہے، دیکھئے السلسلۃ الضعیفۃ (۱۱/ ۵۶۶ ح ۵۳۴۵) وضعیف الترغیب والترهیب (۲/ ۱۷۷)
اس روایت کی باطل تائید مستدرک الحاکم (۴/ ۲۷۰ ح ۷۷۰۶) میں ہے۔ اس کا راوی محمد بن معاویہ کذاب اور ہشام بن زیاد متروک ہے۔
(جیم) یہ روایت سنن الترمذی (۲۲۱۱) وتلبیس ابلیس لابن الجوزی (ص ۲۳۴) میں ربیح الجذامی عن أبی هریرة رضی اللہ عنہ کی سند سے مروی ہے۔ ربیح راوی: مجہول ہے (دیکھئے تقریب التہذیب: ۱۹۵۷ والکاشف للذهبی ۱/ ۲۴۳)
لہذا یہ سند ضعیف ہے۔
سنن الترمذی کی دوسری روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب میری اُمت پندرہ (۱۵) کام کرے گی تو اس پر مصیبتیں آجائیں گی۔ پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ! یہ پندرہ کام کیا ہیں؟
آپ (ﷺ) نے فرمایا: (۱) جب مالِ غنیمت ذاتی دولت بن جائے گا (۲) امانت کو غنیمت بنالیا جائے گا (۳) زکوۃ کو جرمانہ سمجھا جائے گا (۴) خاوند اپنی بیوی کی (اندھی) اطاعت کرے گا یعنی زن مرید ہوگا (۵) اور اپنی ماں کی نافرمانی کرے گا (۶) اپنے دوست کے ساتھ نیکی کرے گا (۷) اور اپنے والد کے ساتھ برا سلوک کرے گا (۸) مسجدوں میں (دنیاوی) آوازیں بلند ہوں گی (۹) ذلیل اور گھٹیا لوگ حکمران بن جائیں گے (۱۰) انسان کے شر کی وجہ سے اس کی عزت کی جائے گی (۱۱) شرابیں پی جائیں گی (۱۲) ریشم پہنا جائے گا (۱۳) ناچ گانے والی لڑکیوں کو رکھا جائے گا (۱۴) گانے بجانے کے آلات استعمال کئے جائیں گے (۱۵) اور اس امت کے آخری لوگ اگلے لوگوں پر لعنت بھیجیں گے۔ تو اس وقت سرخ آندھی، زمین کے دھنسنے یا چہروں کے مسخ ہونے کا انتظار کرو۔ (ح ۲۲۱۰ وقال: هذا حديث غريب...... إلخ)
یہ روایت المجروحین لابن حبان (۲/ ۲۰۷) تاریخ بغداد (۳/ ۱۵۸) اور العلل المتناهیۃ لابن الجوزی (۲/ ۳۶۷) میں بھی ہے۔ امام دارقطنی نے فرج کی حدیث کو باطل کہا (تاریخ بغداد ۱۲/ ۳۹۶)

فرج بن فضالہ: ضعیف ہے (تقریب التہذیب: ۵۳۸۳ ونیل المقصود: ۲۴۸۸)

زلزلہ اور لوگوں کے گناہ

تنبیہ: حافظ حسن مدنی لکھتے ہیں کہ: ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک شخص نے زلزلہ کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: '' **فإذا استحلوا الزنا وشربوا الخمور بعد هذا وضربوا المعازف غار الله في سمائه فقال للأرض تزلزلي بهم فإن تابوا ونزعوا وإلاهد مها عليهم فقال أنس: عقوبة لهم؟ قالت: رحمة وبركة وموعظة للمؤمنين ونكالاً وسخطةً وعذاباً للكافرين** (مستدرک حاکم: ۸۵۷۵ صحیح علی شرط مسلم)
لوگ جب زنا کاری کو مباح سمجھنے لگتے ہیں، شراب پینا دن رات کا مشغلہ بنا لیتے ہیں اور ناچ گانے میں مبتلا ہو جاتے ہیں، اس وقت اللہ تعالیٰ کو غیرت آتی ہے اور وہ زمین سے فرماتا ہے: ان پر زلزلہ لا (یعنی ان کو جھنجھوڑ دے)۔ اگر اس سے عبرت حاصل کی اور باز آ گئے تو خیر ورنہ اللہ تعالیٰ ان پر زمین کو (عذاب کی صورت میں) مسلط فرما دیتا ہے۔ حضرت انس نے پوچھا: یا ام المؤمنین! یہ زلزلہ سزا ہے؟ فرمایا: مؤمنوں کے لئے تو باعثِ رحمت اور نصیحت ہے، البتہ نافرمانوں کے لئے سزا، عذاب اور غضب ہے'' (ماہنامہ محدث لاہور، جلد ۳۷ شمارہ: ۱۱ ص ۸، نومبر ۲۰۰۵ء)

یہ روایت امام نعیم بن حماد الصدوق رحمہ اللہ کی کتاب الفتن (ص ۴۲۰ تحت ح ۱۳۵۴ دوسرا نسخہ ۶۱۹/۲ ح ۱۷۲۹) میں بقیہ بن الولید عن زید (یزید) بن عبداللہ الجہنی عن ابی العالیہ عن اُنس بن مالک رضی اللہ عنہ کی سند سے مروی ہے۔ نعیم الصدوق کی سند سے اسے حاکم نیشاپوری نے روایت کر کے ''صحیح علی شرط مسلم'' قرار دیا ہے (المستدرک ۵۱۶/۴ ح ۸۵۷۵)
اس پر تعاقب کرتے ہوئے حافظ ذہبی لکھتے ہیں: ''**بل أحسبه موضوعاً علی أنس ونعيم منكر الحديث إلى الغاية مع أن البخاري روى عنه** '' بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ یہ روایت انس (رضی اللہ عنہ) پر موضوع ہے اور نعیم (بن حماد) حد درجے کا منکر الحدیث راوی ہے۔ باوجود اس کے کہ بخاری نے اس سے (صحیح بخاری میں) روایت کی ہے۔
(تلخیص المستدرک ۵۱۶/۴)

یہ روایت اگرچہ مردود ہے مگر نعیم مظلوم پر حافظ ذہبی کی جرح جمہور محدثین کی توثیق کے مقابلے میں مردود و باطل ہے۔
نعیم بن حماد کے دوست اور واقف کار امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں کہ: ''**ثقة ...... كان نعيم بن حماد رفيقي في البصرة** '' نعیم بن حماد ثقہ ہے.... وہ بصرہ میں میرا ساتھی تھا۔ (سوالات ابن الجنید: ۵۲۸، ۵۲۹ وسندہ صحیح کالشمس)
تفصیل کے لئے میرا مضمون ''**ارشاد العباد إلى توثيق نعيم بن حماد** '' دیکھیں۔ **والحمد لله**
اس روایت کے ضعیف ومردود ہونے کی اصل وجوہ دو ہیں:

۱۔ بقیہ بن الولید (صدوق) مدلس راوی ہے (طبقات المدلسین ۴/۱۱۷) اور یہ روایت معنعن ہے۔
۲۔ ابن عبداللہ الجہنی مجہول الحال راوی ہے اسے حاکم کے علاوہ کسی نے بھی ثقہ قرار نہیں دیا۔

حافظ ذہبی بذاتِ خود اس کی ایک روایت کے بارے میں لکھتے ہیں کہ: ''**لا يصح خبره** '' اس کی خبر صحیح نہیں ہے۔

(میزان الاعتدال ۴؍۴۳۱)

خلاصۃ التحقیق: یہ روایت ضعیف و مردود ہے۔

حافظ حسن مدنی صاحب مزید لکھتے ہیں کہ: '' ☆ دورِ نبوی میں زلزلہ آیا تو نبی کریم ﷺ نے زمین کو ٹھہر جانے کا حکم دیا اور صحابہ کرام سے فرمایا کہ رب العالمین اس کے ذریعے برائیوں کے ترک کا مطالبہ کرتا ہے، اس کی طرف رجوع کرو۔

☆ عہد فاروقی میں زلزلہ آیا تو حضرت عمر نے فرمایا: یہ محض ان نئی چیزوں (بدعات و خرافات) کی وجہ سے ہے جن کو تم نے دین میں شامل کر دیا ہے۔ اگر ایسی باتیں ہوتی رہیں تو سکون ناممکن ہے۔

☆ حضرت کعب فرماتے ہیں کہ زمین اس وقت ہلتی ہے جب معصیت کی کثرت ہو جاتی ہے، گناہوں کا بوجھ بڑھ جاتا ہے اور یہ زلزلہ رب العزت کا خوف ہے جس سے زمین کانپ اٹھتی ہے۔

☆ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے تمام اطراف کو لکھا کہ زلزلہ کے ذریعے اللہ تعالیٰ بندوں کو عتاب فرماتا ہے، اور انہیں پابند کیا کہ سب لوگ شہر سے باہر نکل کر اللہ کے سامنے گڑگڑاؤ اور جس کو اللہ نے مال عطا فرمایا ہے، وہ اپنے مال سے صدقہ خیرات کرے۔

مذکورہ بالا تمام واقعات کو علامہ ابن قیم الجوزیہ نے اپنی کتاب الداء والدواء کے صفحہ ۶۳، ۶۴ پر درج کیا ہے۔''

(محدث، نومبر ۲۰۰۵ء ص ۹)

یہ روایات ہمارے نسخہ میں ص ٦٦، ٦٧ پر مذکور ہیں۔

(الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی، عرف: الداء والدواء، تحقیق احمد بن محمد آل نبعۃ)

ان میں سے پہلی روایت مرسل (یعنی ضعیف) ہے دیکھئے الداء والدواء (ص ٦٦)

دوسری روایت بحوالہ مناقب عمر لابن ابی الدنیا ہے لیکن بے سند ہے۔ بے سند روایت اس وقت تک ضعیف و مردود ہوتی ہے جب تک اس کی صحیح یا حسن سند دستیاب نہ ہو جائے۔

تیسری روایت بحوالہ احمد عن صفیۃ مذکور ہے۔ یہ روایت نہ تو مسند احمد میں ملی اور نہ کتاب الزہد میں، لہذا یہ روایت بھی بے سند ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

چوتھی روایت کعب (الاحبار) کا قول سرے سے بے حوالہ بے سند ہے۔

پانچواں قول از عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ بھی بے حوالہ و بے سند ہے (دیکھئے الداء والدواء ص ٦٧)

معلوم ہوا کہ یہ پانچوں روایتیں ضعیف و مردود ہیں۔ محدثین کرام اور عام اہلِ علم کو چاہئے کہ وہ اپنی تحریروں میں صحیح و ثابت روایات ہی بطورِ استدلال بیان کیا کریں۔ **وما علینا إلا البلاغ**

آخر میں عرض ہے کہ ترمذی والی ضعیف روایت میں ''**وظھرت الأصوات فی المساجد**'' کا مطلب یہی ہے کہ لوگ مسجدوں میں اونچی آوازوں میں دنیاوی باتیں کریں گے۔ لیکن یاد رہے کہ یہ روایت ضعیف و مردود ہے۔

(۲۳ شوال ۱۴۲٦ھ)

حافظ زبیر علی زئی

اثبات التعدیل في توثیق مؤمل بن إسماعیل

سوال نمبر ۱: مؤمل بن اسماعیل نامی راوی حدیث کے بارے میں جرح وتعدیل کے مختلف اقوال ملتے ہیں۔ آپ ان اقوال کی تحقیق کر کے ہمیں صحیح موقف بتائیں، تاکہ اس صحیح موقف کی روشنی میں ہم مؤمل بن اسماعیل کی روایات کے قبول یا رد کا فیصلہ کر سکیں۔ جزاکم اللہ خیراً (تلخیص سوال محمد عثمان ڈار، گجرات)

جواب: ابوعبداللہ مؤمل بن اسماعیل القرشی العدوی البصری نزیل مکہ کے بارے میں مفصل تحقیق درج ذیل ہے

صحاح ستہ میں مؤمل کی درج ذیل روایتیں موجود ہیں:

صحیح بخاری = ح [illegible]، اور بقول راجح ح [illegible] **تعلیقاً**

سنن ترمذی = ح [illegible]

سنن النسائي: الصغریٰ = ح [illegible]

سنن ابن ماجه = ح [illegible]

مؤمل مذکور پر جرح درج ذیل ہے:

۱: ابوحاتم الرازی: **'' صدوق ، شدید فی السنة ، کثیر الخطاء ، یکتب حدیثه ''**
(کتاب الجرح والتعدیل: ۸/۳۷۴)

۲: زکریا بن یحیی الساجی: **" صدوق ، کثیر الخطاء وله أوهام یطول ذکرها "**
(تہذیب التہذیب: ۱۰/۳۸۱)

☆ صاحب تہذیب التہذیب (حافظ ابن حجر) سے امام الساجی (متوفی ۳۰۷ھ کما فی لسان المیزان: ۲/۴۸۸) تک سند موجود نہیں لہذا یہ قول بلا سند ہونے کی وجہ سے اصلاً مردود ہے۔

۳: محمد بن نصر المروزی: **'' المؤمل إذا انفرد بحدیث وجب أن یتوقف ویثبت فیه لأنه کان سيئ الحفظ کثیر الخطاء ''** (تہذیب التہذیب: ۱۰/۳۸۱)

☆ یہ قول بھی بلا سند ہے، اور جمہور کے مخالف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

۴: یعقوب بن سفیان الفارسی: '' سُني شيخ جليل ، سمعت سليمان بن حرب يحسن الثناء عليه يقول :كان مشيختنا يعرفون له ويوصون به إلا أن حديثه لايشبه حديث أصحابه، حتى ربما قال :كان لا يسعه أن يحدث وقد يجب على أهل العلم أن يقفوا (عن) حديثه ويتخففوا من الرواية عنه فإنه منكر يروى المناكير عن ثقات شيوخنا وهذا أشد فلو كانت هذه المناكير عن ضعاف لكنا نجعل له عذراً '' (کتاب المعرفۃ والتاریخ ۳/۵۲)

☆ اگر یہ جرح سلیمان بن حرب کی ہے تو یعقوب الفارسی مؤمل کے موثقین میں سے ہیں اور اگر یہ جرح یعقوب کی ہے تو سلیمان بن حرب مؤمل کے موثقین میں سے ہیں۔

۵: ابوزرعہ: " في حديثه خطاء كثير " (میزان الاعتدال ۴/ ۲۲۸ ت ۸۹۴۹)

☆ یہ قول بھی بلاسند ہے۔

۶: البخاري: " منكر الحديث "

(تہذیب الکمال ۱۸/ ۵۲۶، میزان الاعتدال ۴/ ۲۲۸، تہذیب التہذیب ۱۰/ ۳۸۱)

☆ تینوں کتابوں میں یہ قول بلاسند و بلاحوالہ درج ہے جبکہ اس کے برعکس امام بخاری نے مؤمل بن اسماعیل کو التاریخ الکبیر (ج ۸ ص ۴۹ ت ۲۱۰۷) میں ذکر کیا اور کوئی جرح نہیں کی۔ امام بخاری کی کتاب الضعفاء میں مؤمل کا کوئی ذکر موجود نہیں ہے اور صحیح بخاری میں مؤمل کی روایتیں موجود ہیں دیکھئے ح ۲۷۰۰ ۷۰۸۳ مع فتح الباری، امام مزی فرماتے ہیں:" استشهد به البخاري "اس سے بخاری نے بطور استشہاد روایت لی ہے۔ (تہذیب الکمال ۱۸/ ۵۲۷)

حافظ محمد بن طاہر المقدسی (متوفی ۵۰۷ھ) نے ایک راوی کے بارے میں لکھا ہے کہ:

" بل استشهد به في مواضع ليبين أنه ثقة "

بلکہ انہوں (بخاری) نے کئی جگہوں پر اس سے بطور استشہار روایت لی ہے تا کہ یہ واضح ہو کہ وہ ثقہ ہے۔

معلوم ہوا کہ مؤمل مذکور، امام بخاری کے نزدیک ثقہ ہے، منکر الحدیث نہیں ہے۔

۷: ابن سعد:" ثقة كثير الغلط " (الطبقات الکبریٰ لابن سعد: ۵/ ۵۰۱)

۸: دارقطنی:" ثقة كثير الخطاء " (تہذیب التہذیب:۱۰/ ۳۸۱)

☆ یہ قول امام دارقطنی کی توثیق سے متعارض ہے جیسا کہ آگے آ رہا ہے اور صاحب تہذیب سے دارقطنی تک ثبوت بھی محلِ نظر ہے۔ امام دارقطنی کی کتاب الضعفاء والمتروکین میں مؤمل کا تذکرہ موجود نہیں ہے۔

۹: عبدالباقی بن قانع :" صالح يخطئ " (تہذیب التہذیب:۱۰/۳۸۱)

☆ یہ قول بلا سند ہے ۔خود عبدالباقی بن قانع پر اختلاط کا الزام ہے ۔بعض نے توثیق اور بعض نے تضعیف کی ہے (دیکھئے میزان الاعتدال:۲/۵۳۲، ۵۳۳)

۱۰: حافظ ابن حجر العسقلانی :" صدوق سيئ الحفظ " (تقریب التہذیب)

۱۱: احمد بن حنبل: " مؤمل كان يخطئ " (سوالات المروذی:۵۳ وموسوعۃ اقوال الإمام احمد: ۳/۴۱۹)

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ ثقہ راویوں کو بھی (بعض اوقات) خطاء لگ جاتی ہے لہذا ایسا راوی اگر موثق عندالجمہور ہو تو اس کی ثابت شدہ خطاء کو چھوڑ دیا جاتا ہے اور باقی روایتوں میں وہ حسن الحدیث، صحیح الحدیث ہوتا ہے۔ نیز دیکھئے قواعد فی علوم الحدیث ص ۲۷۵ وغیرہ۔

۱۲: ابن الترکمانی الحنفی والی جرح قیل کی وجہ سے مردود ہے دیکھئے الجوہر النقی (۲/۳۰)

اس جرح کے مقابلے میں درج ذیل محدثین سے مؤمل بن اسماعیل کی توثیق ثابت یا مروی ہے۔

۱: یحیی بن معین: " ثقة " (تاریخ ابن معین روایۃ الدوری:۲۳۵ ص ۵۹۱ والجرح والتعدیل لابن ابی حاتم ۸/۳۷۴)

کتاب الجرح والتعدیل میں ابن ابی حاتم نے لکھا ہے کہ:

"أنا يعقوب بن إسحاق فيما كتب إلي قال :نا عثمان بن سعيد قال قلت ليحيى بن معين :أي شئي حال المؤمل في سفيان؟ فقال :هو ثقة ، قلت :هو أحب إليك أو عبيدالله؟ فلم يفضل أحداً على الآخر" (ایضاً)

یعقوب بن اسحاق الہروی کا ذکر حافظ ذہبی کی تاریخ الاسلام میں ہے۔(۲۵/۸۴ وفیات سنہ ۳۳۲ھ)

امام ذہبی فرماتے ہیں کہ:" **أبو الفضل الهروى الحافظ ، سمع عثمان بن سعيد الدارمي ومن بعده وصنف جزءاً في الرد على اللفظية " روى عنه عبدالرحمٰن بن أبي حاتم بالاجازة وهو أكبر منه ، وأهل بلده"** (تاریخ الاسلام:۲۵/۸۴)

ابن رجب الحنبلی نے شرح علل الترمذی میں یہ قول عثمان بن سعید الدارمی کی کتاب سے نقل کیا ہے۔ (دیکھئے:۲/۵۴۱ وفی نسخۃ اخریٰ ص ۳۸۴، ۳۸۵) سوالات عثمان بن سعید الدارمی کا مطبوعہ نسخہ مکمل نہیں ہے۔

۲: ابن حبان: **ذكره في كتاب الثقات** (۹/۱۸۷) **وقال : " ربما أخطأ "**

ایسا راوی ابن حبان کے نزدیک ضعیف نہیں ہوتا، امام ابن حبان مؤمل کی حدیثیں اپنی صحیح ابن حبان میں لائے ہیں۔

(مثلاً دیکھئے الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ج۸ ص۲۵۳ ح۶۶۸۱)

ابن حبان نے کہا: '' **أخبرنا أحمد بن علی بن المثنی قال: حدثنا أبو عبیدة بن فضیل بن عیاض قال: حدثنا مؤمل بن إسماعیل قال: حدثنا سفیان قال: حدثنا علقمة بن یزید .....'' إلخ**

(الاحسان: ۹/۴/۲۷۴ ح۷۴۱۷)

معلوم ہوا کہ مؤمل مذکور امام ابن حبان کے نزدیک صحیح الحدیث یا حسن الحدیث ہے، حسن الحدیث راوی پر '' **ربما أخطأ** '' والی جرح کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔

۳: امام بخاری: '' **استشهد به في صحيحه** ''

امام بخاری سے منسوب جرح کے تحت یہ گزر چکا ہے کہ امام بخاری نے مؤمل بن اسماعیل سے اپنی صحیح بخاری میں تعلیقاً روایت لی ہے لہٰذا وہ ان کے نزدیک صحیح الحدیث (ثقہ وصدوق) ہے۔

۴: سلیمان بن حرب: '' **يحسن الثناء عليه** ''

یعقوب بن سفیان الفارسی کی جرح کے تحت اس کا حوالہ گزر چکا ہے۔

۵: اسحاق بن راہویہ: '' **ثقة** '' (تہذیب التہذیب: ۱۰/۳۸۱)

☆ یہ قول بلاسند ہے، لہٰذا اس کے ثبوت میں نظر ہے۔

۶: ترمذی: **صحح له** ح، ط، **وحسن له** ط، (ا)

تنبیہ: بریکٹ کے بغیر والی روایتیں مؤمل عن سفیان (الثوری) کی سند سے ہیں۔

☆ ترمذی کے نزدیک مؤمل صحیح الحدیث وحسن الحدیث ہے۔

۷: ابن خزیمہ: " **صحح له** " (انظر مثلاً ۱/۲۴۳ ح۴۷۹)

☆ مؤمل عن سفیان الثوری، امام ابن خزیمہ کے نزدیک صحیح الحدیث ہے۔

۸: الدارقطنی: **صحح له في سننه** (ط ۱/۱۸۶ ح۲۲۶۱)

☆ دارقطنی نے مؤمل ثنا سفیان، کی سند کے بارے میں لکھا ہے کہ: " **إسناده صحيح** "

یعنی وہ ان کے نزدیک صحیح الحدیث عن سفیان (الثوری) ہے۔

۹: الحاکم: **صحح له فی المستدرك علی شرط الشیخین ط و وافقه الذهبي**

☆ یہ روایت مؤمل عن سفیان (الثوری) کی سند سے ہے لہٰذا مؤمل مذکور امام حاکم اور حافظ ذہبی کے نزدیک صحیح

الحدیث ہے۔

۱۰: حافظ ذہبی: **کان من ثقات [البصریین]** (العبر في خبر من غبر ۱/۲۸۰ وفیات ۲۰۶ ھ)

اس سے معلوم ہوا کہ ذہبی کے نزدیک مؤمل پر جرح مردود ہے کیونکہ وہ ان کے نزدیک ثقہ ہے۔

۱۱: احمد بن حنبل: " **روی عنه** ''امام احمد بن حنبل مؤمل سے اپنی المسند میں روایت بیان کرتے ہیں مثلاً دیکھئے

(مسند احمد ۱/۱۶ ح ۹۷ و شیوخ احمد فی مقدمہ مسند الإمام احمد: ۱/۴۹)

ظفر احمد تھانوی دیوبندی نے لکھا ہے کہ: " **و کذا شیوخ أحمد کلهم ثقات**''

اور اسی طرح احمد کے تمام استاد ثقہ ہیں۔ (قواعد فی علوم الحدیث واعلاء السنن ج ۱۹ ص ۲۱۸)

حافظ ہیثمی نے فرمایا: "**روی عنه أحمد و شیوخه ثقات**"

اس سے احمد نے روایت کی ہے اور ان کے استاد ثقہ ہیں۔ (مجمع الزوائد ۱/۸۰)

یعنی عام طور پر بعض راویوں کے استثناء کے ساتھ امام احمد کے سارے استاد (جمہور کے نزدیک) ثقہ ہیں۔

۱۲: علی بن المدینی : **روی عنه کما في تهذیب الکمال** (۱۸/۵۲۷) **و تهذیب التهذیب** (۱۰/۳۸۱) **وغیرهما وانظر الجرح والتعدیل** (۸/۳۷۴)

☆ ابو العرب القیروانی سے منقول ہے کہ:

إن أحمد و علي بن المدینی لا یرویان إلا عن مقبول ۔ (تہذیب التہذیب: ۹/۱۱۴ ت ۱۵۵)

یقیناً احمد اور علی بن المدینی (عام طور پر) صرف مقبول سے ہی روایت کرتے ہیں۔

۱۳: ابن کثیر الدمشقی: قال فی حدیث "مؤمل عن سفیان (الثوری)" إلخ: "**وهذا إسناد جید**"

(تفسیر ابن کثیر ۴/۴۲۳ سورۃ المعارج و کذلك جوّ دله في مسند الفاروق ۱/۳۶۷)

☆ مؤمل مذکور حافظ ابن کثیر کے نزدیک جید الحدیث یعنی ثقہ وصدوق ہے۔

۱۴: الضیاء المقدسی: **أورد حدیثه في المختارة** (۱/۳۴۵ ح ۲۳۷)

☆ مؤمل حافظ ضیاء کے نزدیک صحیح الحدیث ہے۔

۱۵: ابوداود: **قال أبو عبید الآجري :سألت أباداود عن مؤمل بن إسماعیل فعظمه ورفع من شانه إلا أنه یهم فی الشئي**۔ (تہذیب الکمال: ۱۸/۵۲۷)

☆ اس سے معلوم ہوا کہ ابوداود سے مروی قول کے مطابق مؤمل ان کے نزدیک حسن الحدیث ہے لیکن ابوعبید

الآجری کی توثیق معلوم نہیں لہذا اس قول کے ثبوت میں نظر ہے۔

۱۶: حافظ الہیثمی: " ثقة وفيه ضعف " (مجمع الزوائد ۸/۱۸۳)

☆ یعنی مؤمل حافظ ہیثمی کے نزدیک حسن الحدیث ہے۔

۱۷: حافظ النسائی: " روى له في سننه المجتبىٰ " (۴۰۹۷، ۴۵۸۹، السلفیہ)

☆ ظفر احمد تھانوی دیوبندی نے کہا:

" وكذا كل من حدث عنه النسائي فهو ثقة " (قواعد علوم الحدیث ص ۲۲۲)

یعنی السنن الصغریٰ کے جس راوی پر امام نسائی جرح نہ کریں وہ (عام طور پر) ان کے نزدیک ثقہ ہوتا ہے۔

۱۸: ابن شاہین: ذكره في كتاب الثقات (ص [illegible])

۱۹: الاسماعیلی: " روى له في مستخرجه (على صحيح البخاري)" انظر فتح الباری ۱۳/۳۳ تحت ح ۷۰۸۳

۲۰: ابن حجر العسقلانی: ذكر حديث ابن خزيمة (وفيه مؤمل بن إسماعيل) في فتح الباري [illegible] تحت ح [illegible]) ولم يتكلم فيه

☆ ظفر احمد تھانوی نے کہا کہ:" ما ذكره الحافظ من الأحاديث الزائدة في فتح الباري فهو صحيح عنده أوحسن عنده كما صرح به في مقدمته ......" (قواعد فی علوم الحدیث: ص ۸۹)

معلوم ہوا کہ بقول تھانوی صاحب ، حافظ ابن حجر کے نزدیک مؤمل مذکور صحیح الحدیث یا حسن الحدیث ہے گویا انہوں نے تقریب التہذیب کی جرح سے رجوع کرلیا ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ جمہور محدثین کے نزدیک مؤمل بن اسماعیل ثقہ وصدوق یا صحیح الحدیث، حسن الحدیث ہے۔ لہذا اس پر بعض محدثین کی جرح مردود ہے۔ جارحین میں سے امام بخاری وغیرہ کی جرح ثابت ہی نہیں ہے۔ امام ترمذی وغیرہ جمہور محدثین کے نزدیک مؤمل اگر سفیان ثوری سے روایت کرے تو ثقہ وصحیح الحدیث ہے حافظ ابن حجر کا قول:" في حديثه عن الثوري ضعف" (فتح الباری: ۹/۲۳۹ تحت ح ۵۱۷۲)

جمہور کے مخالف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

جب یہ ثابت ہو گیا کہ مؤمل عن سفیان: صحیح الحدیث ہے تو بعض محدثین کی جرح کو غیر سفیان پر محمول کیا جائے گا۔ آخر میں بطور خلاصہ عرض ہے کہ: مؤمل عن سفیان الثوری: صحیح الحدیث اور عن غیر سفیان الثوری: حسن الحدیث ہے والحمد للہ

جناب ظفر احمد تھانوی دیوبندی صاحب نے مؤمل عن سفیان کی ایک سند نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ:

'' رجاله ثقات '' اس کے راوی ثقہ ہیں۔(اعلاء السنن ج ۳ ص ۱۳۳ تحت ۸۶۵)

نیز تھانوی صاحب مؤمل کی ایک دوسری روایت کے بارے میں لکھتے ہیں:

'' فالسند حسن '' پس سند حسن ہے۔ (اعلاء السنن: ۱۱۸/۳ تحت ح ۸۵۰)

یعنی دیوبندیوں کے نزدیک بھی مؤمل ثقہ ہے۔

کل جارحین = ۱۰ بعض سے جرح ثابت نہیں ہے کالبخاری

کل معدلین = ۲۰ بعض سے تعدیل ثابت نہیں ہے کاسحاق بن راہویہ

☆ زمانہ تدوین حدیث کے محدثین کرام نے ضعیف و مجروح راویوں پر کتابیں لکھی ہیں مثلاً:

ط: **كتاب الضعفاء للإمام البخاري**

ط : **كتاب الضعفاء للإمام النسائي**

لا: **كتاب الضعفاء للإمام أبي زرعة الرازي**

لا : **كتاب الضعفاء لابن شاهين**

ج: **كتاب المجروحين لابن حبان**

ج : **كتاب الضعفاء الكبير للعقيلي**

م: **كتاب الضعفاء والمتروكين للدارقطني**

م : **الكامل لابن عدي الجرجاني**

ع : **أحوال الرجال للجوزجاني**

یہ سب کتابیں ہمارے پاس موجود ہیں والحمدللہ، اوران میں سے کسی ایک کتاب میں بھی مؤمل بن اسماعیل پر جرح کا تذکرہ نہیں ہے۔ گویا ان مذکورین کے نزدیک مؤمل پر جرح مردود یا ثابت نہیں ہے۔ حتی کہ ابن الجوزی نے کتاب الضعفاء والمتروکین (ج ۳ ص ۳۱، ۳۲) میں بھی مؤمل بن اسماعیل کا ذکر تک نہیں کیا ہے۔

☆ موجودہ زمانے میں بعض دیوبندی و بریلوی حضرات مؤمل بن اسماعیل المکی پر جرح کرتے ہیں اور امام بخاری سے منسوب غلط اور غیر ثابت جرح "منكر الحديث" کو مزے لے لے کر بیان کرتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ سینے پر ہاتھ باندھنے والی ایک حدیث میں مؤمل مذکور آ گیا ہے۔

(صحیح ابن خزیمہ: ۱/۲۴۳ ح ۴۷۹، والطحاوی فی احکام القرآن: ۱/۱۸۶ ح ۳۲۹ مؤمل: نا سفیان (الثوری) عن عاصم بن کلیب عن ابیہ عن وائل بن حجر)

اس سند میں عاصم بن کلیب اور ان کے والد کلیب دونوں جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ وصدوق ہیں، سفیان الثوری ثقہ مدلس ہیں، مدلس راوی کی اگر معتبر متابعت یا قوی شاہد مل جائے تو تدلیس کا الزام ختم ہوجاتا ہے۔

روایت مذکورہ کا قوی شاہد: مسند احمد (۵/۲۲۶ ح ۲۲۳۱۳) التحقیق فی اختلاف الحدیث لابن الجوزی (۱/۲۸۳ ح ۴۷۷) وفی نسخۃ اخریٰ (۱/۳۳۸ ح ۴۳۴) میں ''یحیی بن سعید (القطان) عن سفیان (الثوری): حدثنی سماک (بن حرب) عن قبیصہ بن ہلب عن أبیہ'' کی سند سے موجود ہے۔

ہلب الطائی رضی اللہ عنہ صحابی ہیں، یحیی بن سعید القطان زبردست ثقہ ہیں، سفیان ثوری نے سماع کی تصریح کر دی ہے، قبیصہ بن ہلب کے بارے میں درج ذیل تحقیق میسر ہے۔ حافظ مزی نے بغیر کسی سند کے علی بن المدینی اور نسائی سے نقل کیا کہ انہوں نے کہا: "مجھول" (تہذیب الکمال ۱۵/۲۲۱)

یہ کلام کئی وجہ سے مردود ہے:

۱: بلاسند ہے۔

۲: علی بن المدینی کی کتاب العلل اور نسائی کی کتاب الضعفاء میں یہ کلام موجود نہیں ہے۔

۳: جس راوی کی توثیق ثابت ہوجائے اس پر مجھول، لایعرف وغیرہ کا کلام مردود ہوتا ہے۔

۴: یہ کلام جمہور کی توثیق کے خلاف ہے۔

(۱) امام معتدل العجلی نے کہا: ''كو في تابعي ثقة'' (تاریخ الثقات: ۱۳۷۹)

(۲) ابن حبان نے کتاب الثقات میں ذکر کیا (۵/۳۱۹)

(۳) ترمذی نے اس کی بیان کردہ ایک حدیث کو "حسن" کہا (ح ۲۵۲)

(۴) بغوی نے اس کی ایک حدیث کو حسن کہا (شرح السنۃ ۳/۳۱ ح ۵۷۰)

(۵) نووی نے اس کی ایک حدیث کو "باسناد صحیح" کہا (المجموع شرح المہذب ج ۳ ص ۴۹۰ سطر ۱۵)

(۶) ابن عبدالبر نے اس کی ایک حدیث کو "حدیث صحیح" کہا۔

(الاستيعاب في معرفة الأصحاب المطبوع مع الإصابة ج ۳ ص ۶۱۵)

ان چھ (۶) محدثین کے مقابلے میں کسی ایک محدث سے صراحۃً قبیصہ بن ہلب پر کوئی جرح ثابت نہیں ہے،

حافظ ابن حجر کے نزدیک یہ راوی متابعت کی صورت میں "مقبول" ہے (تقریب التہذیب ص ۷۹۸) ورنہ لین الحدیث ہے مؤمل عن سفیان ثوری (الخ) والی روایت کی صورت میں قبیصہ مذکور حافظ ابن حجر کے نزدیک مقبول (یعنی مقبول الحدیث) ہوا۔ فتح الباری کے سکوت (۲/۲۲۴) کی روشنی میں (دیوبندیوں کے نزدیک) یہ راوی حافظ ابن حجر کے نزدیک حسن الحدیث ہے نیز دیکھئے ص ۶ تعدیل نمبر: ۲۰۔

حافظ ابن حجر کے کلام پر یہ بحث بطورِ الزام ذکر کی گئی ہے ورنہ قبیصہ مذکور بذاتِ خود حسن الحدیث ہے، والحمدللہ۔ بعض لوگ سماک بن حرب پر بھی جرح کر دیتے ہیں لہذا درج ذیل مضمون میں سماک کے بارے میں مکمل تحقیق پیش خدمت ہے۔ [اس مضمون (نصر الرب في توثيق سماك بن حرب) کے لئے دیکھئے الحدیث: ۲۲ والحمدللہ]

اعلان رجوع

راقم الحروف کی کتاب ''الفتح المبين في تحقيق طبقات المدلسين'' کمپوزنگ اور مراجعت کے بعد اب چھپنے کے لئے تیار ہے والحمدللہ

''طبقات المدلسين'' کے راویوں میں سے عبداللہ بن وہب المصری رحمہ اللہ کو ابن سعد نے ''وكان يدلس'' قرار دیا (الطبقات ۷/۵۱۸) لہذا راقم الحروف نے لکھا: ''وثبت تدليسه فهو من المرتبة الثالثة'' اور ان (ابن وہب) کی تدلیس ثابت ہوگئی اور وہ تیسرے طبقے کے (مدلس) ہیں (الفتح المبین ص ۲۵)

اس تحقیق سے وہ روایت ضعیف ثابت ہوگئی جس میں آیا ہے کہ جب عیسیٰ علیہ السلام ہمارے نبی ﷺ کی قبر پر کھڑے ہو کر سلام کریں گے تو آپ ﷺ اس کا جواب دیں گے (مسند ابی یعلیٰ: ۶۵۸۴) میں نے اس روایت کو ''حسن'' لکھا تھا (الحدیث: ۴ ص ۴۰)

حالانکہ یہ روایت ابن وہب کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے، لہذا میں اپنی سابقہ تحقیق سے رجوع کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ معاف فرمائے۔ آمین (13-12-2005) زبیر علی زئی

میزان حق

جلیل القدر محدث امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''إن رسول الله ﷺ هو الميزان الأكبر ، فعليه تعرض الأشياء، على خلقه وسيرته وهديه، فما وافقها فهو الحق، وما خالفها فهو الباطل'' بے شک رسول اللہ ﷺ (کی ذاتِ گرامی) سب سے بڑی میزان ہے۔ پس ہر چیز کو آپ پر پیش کیا جائے گا، آپ کے اخلاق پر، آپ کی سیرت پر اور آپ کے طریقے پر۔ پس جو کچھ اس کے مطابق ہو تو وہی حق ہے اور جو کچھ اس کے مخالف ہو تو وہی باطل ہے۔

(الجامع لأخلاق الراوي و آداب السامع وسنده حسن) فضل اکبر کاشمیری

فضل اکبر کاشمیری

''ان تازہ خداؤں میں سب سے بڑا [حزبیت] ھے''

اسلام میں فرقہ بندی کی سخت ممانعت ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا﴾ اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑلو اور تفرقہ میں نہ پڑو۔ (آل عمران:۱۰۳)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ سب لوگ اگر مل کر اللہ کی رسی (قرآن وحدیث) کو مضبوطی سے تھام لیں تو فرقہ بندی کی لعنت سے ان کو ہمیشہ کے لئے نجات مل جائے گی۔لیکن مقام افسوس ہے کہ اس امت میں بھی ایسے لوگ پیدا ہوتے رہے ہیں کہ جو لوگ ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے اُمتِ مسلمہ کو ٹکڑیوں میں تقسیم کر دینے کا سبب بنے ہیں۔قرآن کریم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص نفسانی خواہشات کو چھوڑ کر صرف قرآن وحدیث کی پیروی کرے تو اس نے صراطِ مستقیم اور منزلِ مقصود کو پالیا۔اللہ تعالیٰ اس امت کو امتِ واحدۃ دیکھنا چاہتا ہے لیکن لوگ اس امت کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے درپے ہیں۔اللہ کا ارشاد ہے:

﴿اِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۖ وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ ○ وَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ ۭ كُلٌّ اِلَيْنَا رٰجِعُوْنَ﴾ یہ تمہاری امّت (حقیقت میں) ایک ہی امّت ہے اور میں تمہارا رب ہوں پس تم میری عبادت کرو (مگر) لوگوں نے آپس میں دین کو ٹکڑے ٹکڑے کرلیا۔سب ہماری ہی طرف پلٹنے والے ہیں۔'' (الانبیآء:۹۲،۹۳)

دوسرے مقام پر اللہ کا فرمان ہے:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ ۭ اِنَّمَآ اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ﴾ جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور فرقہ فرقہ بن گئے ان سے تمہارا کوئی تعلق نہیں ان کا معاملہ تو بس اللہ کے سپرد ہے وہی ان کو بتائے گا جو کچھ وہ کرتے رہے تھے۔(الانعام:۱۵۹)

اختلافات اور فرقہ بندیوں کی طویل تاریخ سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ اگر امّتِ مسلمہ کو بھی اس فرقہ بندی سے دور رہنا ہے تو اُسے قرآن وحدیث کو مضبوطی سے تھامنا ہوگا۔یاد رکھئے کہ اتحاد و اتفاق میں برکت ہے جبکہ اختلاف وانتشار اور فرقہ بندی اس امّت کے لئے لعنت اور ذلت کا سبب ہے اور ایسا کرنے والوں کے لئے آخرت میں ذلت کا عذاب موجود ہے۔مذکورہ آیت میں جن لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے ان سے بدعتی فرقے اور اصحاب الاہواء مراد ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ۭ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ﴾ (اے رسول) آپ کہہ دیجئے کہ اللہ اس بات پر قادر ہے کہ تم پر تمہارے اُوپر سے عذاب بھیج دے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے یا تمہیں فرقہ

فرقہ بنا کر ایک دوسرے سے اُلجھا دے اور آپس کی لڑائی کا مزا چکھائے (اے رسول) آپ دیکھئے ہم (کس کس طرح الفاظ) بدل بدل کر اپنی آیتوں کو بیان کرتے ہیں تا کہ یہ لوگ سمجھ جائیں۔(الانعام:٦٥)

محترم قارئین! فرقہ بندی کی تاریخ دیکھ لیجئے، یہی چیز نمایاں طور پر سامنے آئے گی کہ جب شخصیات کے نام پر دبستانِ فکر معرضِ وجود میں آئے تو اطاعت وعقیدت کے مرکز ومحور (قرآن وحدیث) تبدیل ہوگئے ۔ اپنی اپنی شخصیات اوران کے اقوال وافکار اولین حیثیت کے اور اللہ ورسول ﷺ اوران کے فرمودات ثانوی حیثیت کے حامل قرار پائے۔اور یہیں سے امّتِ مسلمہ کے افتراق کے المیے کا آغاز ہوا، جو دن بدن بڑھتا ہی چلا گیا اور نہایت مستحکم ہوگیا۔

فتنہ کے موجودہ دور میں ہر مقام پر نئی نئی جماعتیں معرض وجود میں آ رہی ہیں۔اگر جماعت سازی قرآن وحدیث سے ثابت ہوتی تو یہ ایک مستحسن عمل ہوتا لیکن معاملہ اس کے برعکس ہے۔یہی وجہ ہے کہ ہر روز نئے نئے فرقوں کا اضافہ ہوتا چلا جارہا ہے۔ہم قرآن وحدیث کے محکم دلائل کی روشنی میں اس بات کو سمجھ چکے ہیں کہ حزبیت (تنظیم سازی) ایک خلاف شریعت عمل اور تمام مفاسد کی جڑ ہے۔حزبیت اور گروہ بندی اسلام کے خلاف ایک خطرناک سازش سے کم نہیں۔ایسی جماعتیں عصبیت کا شکار ہوجاتی ہیں اوران کے ہاں محبت کی بنیاد جماعتی عصبیت ہوتی ہے اور لوگوں کو بھی صرف جماعتی عصبیت کے ترازو میں تولا جاتا ہے اور جو شخص امیر کا جس قدر فرمان بردار ہوتا ہے اسے اس کی فرمانبرداری کے مطابق ہی جماعت میں مقام ملتا ہے۔حالانکہ ان امراء کی اطاعت نہ فرض ہے نہ سنت اور نہ مستحب۔اس لئے یہ گروہ اور فرقے اللہ تعالیٰ کی توحید کے مقابلے میں بُت ہیں۔چنانچہ آج جو کام ہو رہا ہے وہ تنظیموں کی خاطر ہے۔اللہ کی رضا کی خاطر نہیں۔ اِلّا من رحم ربك

افتراق کا سبب دو چیزیں ہیں، عہدہ کی محبت یا مال کی محبت ۔سیدنا کعب بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: '' **ما ذئبان جائعان أرسلا في غنم بأفسد لهامن حرص المرء علی المال والشرف لدینه** '' دو بھوکے بھیڑیے، بکریوں کے ریوڑ میں چھوڑ دیئے جائیں تو وہ اتنا نقصان نہیں کرتے جتنا مال اور عہدہ کی حرص کرنے والا اپنے دین کے لئے نقصان دہ ہے۔ (الترمذی:٢٣٧٦ وھو حسن)

اگر مال اور عہدہ کی محبت کے بجائے اللہ کا خوف ہوگا تو تنظیمیں نہیں بن سکتیں۔الحاصل موجودہ کاغذی اور نظام امارت والی جماعتوں کی کوئی شرعی حیثیت نہیں۔یہ عصر حاضر کا بہت بڑا فتنہ ہے۔ یہ معاملہ شرعی اعتبار سے بڑا نقصان دہ اور خطرناک ہے۔اس سے عقیدہ الولاء والبراء مجروح ہوتا ہے۔جس طرح حنفیت ،شافعیت ، مالکیت اور حنبلیت امت کو تقسیم کر رہی ہے۔اسی طرح حزبیت کے بھی اہلِ علم نے متعدد شرعی نقصانات لکھے ہیں۔لہذا جماعتی تعصب سے اپنے آپ کو بالاتر رکھ کر دوسرے صحیح العقیدہ بھائیوں سے بھرپور شرعی محبت کی جائے ۔

اپنے بھی خفا مجھ سے ہیں، بیگانے بھی ناخوش
میں زہر ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند

ڈاکٹر ابوجابر عبداللہ دامانوی

مشرکین مکہ اور منکرین عذاب القبر کے عقیدہ میں مماثلت

منکرین عذاب القبر نے اب عذاب قبر کا صاف الفاظ میں نہ صرف انکار کر دیا ہے بلکہ اس سلسلہ میں جو صحیح صریح احادیث مروی ہیں ان سب کا بھی انکار کر دیا ہے۔ اور اس طرح احادیث صحیحہ کا انکار کر کے وہ سرحد پار کر چکے ہیں۔ اور ابھی ان کے اس کفر کی بازگشت جاری تھی کہ ان کی طرف سے ایک دوسرا نیا عقیدہ بھی سامنے آگیا ہے اور وہ عقیدہ خلق قرآن کا ہے یعنی قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں بلکہ مخلوق ہے۔ یہ عقیدہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی دشمنی کی بنا پر اختیار کیا گیا ہے۔ اس عقیدہ کی وضاحت سے بالکل واضح ہو جائے گا کہ اصلی کافر کون ہے؟ یعنی امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ یا منکرین عذاب قبر۔ چنانچہ اس سلسلہ میں عذاب قبر کا ایک منکر اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا شدید دشمن ابوانور گدون قرآن کے متعلق اپنا خبیث عقیدہ ان الفاظ میں بیان کرتا ہے:

''خلق قرآن کا مسئلہ ایک غیر ضروری اور فروعی مسئلہ تھا، جس کو سازش کے تحت دین اسلام کا بنیادی مسئلہ بنا دیا گیا اور پھر قرآن کو مخلوق سمجھنے یا اس غیر ضروری بات پر خاموشی اختیار کرنے والوں پر کفر کے فتوے لگنے شروع ہوئے حالانکہ عام فہم کی بات ہے کہ دنیا میں جو قرآن موجود ہے وہ کاغذ یا چمڑے پر لکھا گیا ہے اور چونکہ کاغذ، چمڑا اور سیاہی مخلوق ہیں اس لئے دنیا میں ان چیزوں پر لکھا ہوا اور ان سے بنا ہوا قرآن بھی مخلوق ہوگا جو آگ میں جل کر یا پانی میں گھل کر فنا ہو جاتا ہے ہاں لوح محفوظ میں لکھا ہوا قرآن اللہ کے پاس محفوظ ہے اسے نہ مٹنا ہے اور نہ فنا ہونا ہے'' آگے لکھتا ہے ''اللہ خالق ہے اور ہر چیز مخلوق قرآن کی قسم کھانا اسی لئے حرام ہے کہ قسم صرف اللہ (خالق) کی کھائی جا سکتی ہے، مخلوق کی نہیں'' (دعوت قرآن اور یہ فرقہ پرستی ص ۱۲۰)

موصوف کی تحقیق یا ہفوات آپ نے ملاحظہ فرمائیں۔ موصوف کے نزدیک:

(۱) خلق قرآن کا مسئلہ ایک غیر ضروری اور فروعی مسئلہ تھا۔

(۲) سازش کے تحت اس مسئلہ کو دین اسلام کا بنیادی مسئلہ بنا دیا گیا۔

(۳) انہی سازشی عناصر نے قرآن کو مخلوق کہنے والوں پر کفر کے فتوے لگائے۔

(۴) دنیا میں جو قرآن بھیجا گیا ہے وہ مخلوق اور حادث ہے (معاذ اللہ) اور اللہ کے پاس جو قرآن ہے تو وہ ہمیشہ رہے گا یعنی موصوف کا نظریہ ہے کہ قرآن دو ہیں۔ ایک دنیا میں اور دوسرا لوح محفوظ میں۔ اور دنیا کی سیاہی، کاغذ وغیرہ مخلوق ہیں لیکن اس کے نزدیک لوح محفوظ مخلوق نہیں ہے۔ گویا موصوف بھی شیعوں کی طرح دو قرآن کا عقیدہ رکھتے ہیں علامہ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''جمہور محدثین کرام کے نزدیک لوح محفوظ اور لوگوں کے درمیان والے مصحف میں کوئی فرق نہیں۔'' (میزان ۱۶/۲)

موصوف قرآن کریم کو کیوں مانتا ہے اس کی وجہ تحریر کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''اسی طرح قرآن کریم کو بھی ہم لوگوں کے کہنے کی وجہ سے کتاب اللہ تسلیم کرتے ہیں جو بالکل سچی کتاب ہے۔''
(حبل اللہ ص۴۰ مجلّہ نمبر ۱۱) یہ ہے موصوف کا قرآن کریم کے متعلق نظریہ کہ وہ قرآن کریم کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے کہنے پر نہیں بلکہ لوگوں کے کہنے پر کتاب اللہ مانتے ہیں۔ یہ ہیں ڈاکٹر عثمانی صاحب کے مایۂ ناز شاگرد اور یہ ہے ان کا مایۂ ناز عقیدہ!! اور ابھی اللہ تعالیٰ محدثین کرام (جو اولیاء اللہ ہیں) کے دشمنوں کو مزید ذلیل ورسوا کرے گا۔ **إن شا اللّٰہ العزیز**
موصوف نے تحریر کیا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ باقی ہر چیز مخلوق ہے، اس طرح موصوف اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کے جہمیہ وغیرہ کی طرح منکر ہیں۔

اسے کہتے ہیں الٹی گنگا بہنا۔ اللہ تعالیٰ ایسی الٹی کھوپڑی کسی کو نہ دے، جیسی موصوف کو عطا کی گئی ہے کیونکہ وہ ہر صحیح بات سے غلط نتیجہ اخذ کرنے کا عادی ہے۔ موصوف اپنے استاد کی طرح ہر معاملہ کا سیاہ پہلو دیکھنے ہی کا عادی ہے۔
خلق قرآن کا مسئلہ اہل حق کی نگاہ میں انتہائی اہم اور بنیادی مسئلہ تھا۔ اور جن کو موصوف نے اسلام دشمن اور سازشی عناصر قرار دیا ہے وہ اہل حق یعنی محدثین کرام اور سلف صالحین ہیں۔ موصوف چونکہ جہمیہ کے عقائد کا حامل ہے لہذا اہل حق کو وہ اسلام دشمن اور سازشی باور کروارہا ہے جب کہ معاملہ اس کے الٹ ہے۔ اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایسے ظالموں کو شدید عذاب میں مبتلا کرے گا۔ **وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون**
چنانچہ موصوف لکھتا ہے: ''اسلام دشمن، سازشی عناصر مسلمانوں کے اندر بدعقیدگی اور قبر پرستی پھیلانے کے لئے کسی موقع کی تلاش میں تھے اور یہ موقع ان کو اس وقت ہاتھ آیا جب مسلمانوں کے اندر خلق قرآن کا غیر ضروری اور متصوفانہ مسئلہ کھڑا کر کے یہ فلسفیانہ بحث چھیڑ دی گئی کہ قرآن مخلوق ہے یا غیر مخلوق۔ مسلمانوں کے خلاف سازش اور بدنیتی پر مبنی اس فلسفیانہ موشگافی اور اس پر شروع ہونے والی منطقی اور کلامی بحث سے متاثر ہونے والوں میں ایک طرف احمد بن حنبل بھی تھے جو اس بحث میں خلق قرآن کی مخالفت میں سب سے آگے تھے۔'' (ص۱۲۰)
کسی نے سچ کہا ہے:

بک رہا ہوں جنوں میں کیا کیا   کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

المختصر یہ کہ: **ان لعنة اللّٰہ علی الکاذبین۔**

ابوانور جدون نے قرآن کو مخلوق قرار دے کر اس کے کلام اللہ ہونے کا انکار کر دیا ہے اور یہ عقیدہ مشرکین مکہ کا بھی تھا اور وہ پورے زور وشور سے یہ پروپیگنڈا کیا کرتے تھے کہ قرآن محمد ﷺ کا گھڑا ہوا ہے یعنی مخلوق ہے۔ موصوف اور اس کے ہمنوا امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی دشمنی میں کہاں تک جا پہنچے ہیں اور کن لوگوں کو انہوں نے اپنا پیشوا اور رہبر و رہنما مان لیا ہے کہ دوسروں پر کفر وشرک کے فتوے داغتے داغتے کن لوگوں کی صفوں میں جا کھڑے ہوئے ہیں؟
دشمنان احمد بن حنبل کا یہ عبرتناک انجام اب دنیا والوں کے سامنے ہے اور اللہ کے اولیاء سے دشمنی رکھنے والوں کو اللہ تعالیٰ اسی طرح ذلیل وخوار کرتا ہے۔ **فاعتبروا یا اولی الابصار**
اس سلسلہ کی قرآن کریم کی چند آیات ملاحظہ فرمائیں:

﴿وَاِذَابَدَّلْنَآ اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ ۙ وَّ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مُفْتَرٍ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَايَعْلَمُوْنَ o قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهُدًى وَّ بُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ o وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ۭ لِسَانُ الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ o اِنَّ الَّذِيْنَ لَايُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۙ لَا يَهْدِيْهِمُ اللّٰهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ o اِنَّمَايَفْتَرِى الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَايُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۚ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴾

''جب ہم ایک آیت کی جگہ دوسری آیت نازل کرتے ہیں۔اور اللہ بہتر جانتا ہے کہ وہ کیا نازل کرے۔تو یہ لوگ کہتے ہیں کہ تم یہ قرآن خود گھڑتے ہو۔اصل بات یہ ہے کہ ان میں سے اکثر لوگ حقیقت سے ناواقف ہیں۔ان سے کہو کہ اسے روح القدس (جبریل) نے ٹھیک ٹھیک میرے رب کی طرف سے بتدریج نازل کیا ہے تا کہ ایمان لانے والوں کے ایمان کو پختہ کرے اور فرماں برداروں کو زندگی کے معاملات میں سیدھی راہ بتائے اور انہیں فلاح وسعادت کی خوشخبری دے۔ہمیں معلوم ہے یہ لوگ تمہارے متعلق کہتے ہیں کہ اس شخص کو ایک آدمی سکھا تا پڑھاتا ہے حالانکہ ان کا اشارہ جس آدمی کی طرف ہے اس کی زبان عجمی ہے اور یہ صاف عربی زبان ہے حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ اللہ کی آیات کو نہیں مانتے اللہ کبھی ان کو صحیح بات تک پہنچنے کی توفیق نہیں دیتا اور ایسے لوگوں کے لئے دردناک عذاب ہے۔(جھوٹی باتیں نبی نہیں گھڑتا بلکہ) جھوٹ وہ لوگ گھڑ رہے ہیں جو اللہ کی آیات کو نہیں مانتے وہی حقیقت میں جھوٹے ہیں۔''

(النحل:۱۰۱تا۱۰۵)

ثابت ہوا کہ مشرکین مکہ قرآن کریم کو اللہ کا کلام ماننے کے بجائے رسول اللہ ﷺ کا گھڑا ہوا کلام مانتے تھے اور کبھی یہ الزام بھی لگاتے کہ اسے ایک عجمی یہ کلام سکھا جاتا ہے۔ایک اور مقام پر ارشاد ہے:

﴿وَاِذَاتُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيَا تُنَابَيِّنٰتٍ ۙ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَاۗءَ نَاائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَآ اَوْبَدِّلْهُ ۭ قُلْ مَايَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَاۗئِ نَفْسِيْ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَايُوْحٰٓى اِلَيَّ ۚ اِنِّىْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ o قُلْ لَّوْ شَاۗءَ اللّٰهُ مَاتَلَوْ تُهٗ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ ڮ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ۭ اَفَلَاتَعْقِلُوْنَ o فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْكَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ۭ اِنَّهٗ لَايُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴾

''جب انہیں ہماری صاف صاف آیات سنائی جاتی ہیں تو وہ لوگ جو ہم سے ملنے کی توقع نہیں رکھتے ، کہتے ہیں کہ اس کے بجائے کوئی اور قرآن لاؤ یا اس میں کچھ ترمیم کرو۔[اے محمد (ﷺ)] ان سے کہو'' میرا یہ کام نہیں ہے کہ اپنی طرف سے اس میں کوئی تغیر وتبدل کرلوں میں تو بس اس وحی کا پیرو ہوں جو میرے پاس بھیجی جاتی ہے۔اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو مجھے ایک بڑے ہولناک دن کے عذاب کا ڈر ہے اور کہو'' اگر اللہ کی مشیت یہی ہوتی تو میں یہ قرآن تمہیں کبھی نہ سناتا اور اللہ تمہیں اس کی خبر تک نہ دیتا۔آخر اس سے پہلے میں ایک عمر تمہارے درمیان گزار چکا ہوں کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے ؟ پھر اس سے بڑھ کر ظالم اور کون ہوگا جو ایک جھوٹی بات گھڑ کر اللہ کی طرف منسوب کرے یا اللہ کی واقعی آیات کو جھوٹا قرار دے۔یقیناً مجرم کبھی فلاح نہیں پاسکتے۔'' (یونس:۱۵تا۱۷)

یعنی میں عمر کا ایک بڑا حصہ تمہارے درمیان گزار چکا ہوں اگر یہ قرآن میرا بنایا ہوا ہوتا تو میں اس سے پہلے ہی تمہیں یہ قرآن سنا چکا ہوتا لیکن نبوت ملنے سے پہلے میرے تصور میں بھی ایسا کلام نہیں تھا۔ اور اب تم مجھے یہ الزام دے رہے ہو کہ یہ کلام میں نے گھڑ لیا ہے۔ اس سورۃ یونس میں آگے ارشاد فرمایا:

﴿وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَارَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ o اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ط قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ o بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ وَلَمَّا يَاْتِهِمْ تَاْوِيْلُهٗ ط كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ﴾

''اور یہ قرآن وہ چیز نہیں ہے جو اللہ کی وحی و تعلیم کے بغیر تصنیف کر لیا جائے بلکہ یہ تو جو کچھ پہلے آچکا تھا اس کی تصدیق اور الکتاب کی تفصیل ہے۔ اس میں شک نہیں کہ یہ رب العالمین کی طرف سے ہے۔ کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ پیغمبر نے اسے خود تصنیف کر لیا ہے؟ کہو اگر تم اپنے اس دعوے و الزام میں سچے ہو تو ایک سورۃ اس جیسی تصنیف کر لاؤ اور اللہ کو چھوڑ کر جس جس کو بلا سکتے ہو مدد کے لئے بلا لو۔ اصل یہ ہے کہ جو چیز ان کے علم کی گرفت میں نہیں آئی اور جس کا مآل بھی ان کے سامنے نہیں آیا اس کو انہوں نے (خواہ مخواہ اٹکل پچو) جھٹلا دیا۔ اسی طرح تو ان سے پہلے کے لوگ بھی جھٹلا چکے ہیں پھر دیکھ لو ان ظالموں کا کیا انجام ہوا'' (یونس:۳۷ تا ۳۹)

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے جہاں مشرکین مکہ کے اس مجموعی طرز عمل کا ذکر کیا ہے کہ وہ قرآن کریم کو اللہ کا کلام ماننے کے بجائے رسول اللہ ﷺ کا کلام مانتے تھے وہاں اللہ تعالیٰ نے مکہ کے ایک بڑے سردار اور رئیس ولید بن مغیرہ کا تفصیلی ذکر بھی کیا ہے اور اس کے غرور و تکبر کے ساتھ اعراض و انکار و استکبار اور غور و فکر کے مکمل انداز اور اس کی ظاہری اداکاری کا ذکر کرتے ہوئے اس کے قول کو نقل کیا ہے:

﴿فَقَالَ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ o اِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ط﴾

''پھر کہا یہ کچھ نہیں مگر ایک جادو جو پہلے سے چلا آرہا ہے۔ یہ تو ایک بشر کا کلام ہے۔'' (المدثر:۲۴، ۲۵)

رسول اللہ ﷺ قرآن کریم گھڑنے کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ط قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ o وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ط قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ o تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ o وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ o لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ o ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ o فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ o وَاِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ o وَاِنَّا لَنَعْلَمُ اَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِيْنَ o وَاِنَّهٗ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ o وَاِنَّهٗ لَحَقُّ الْيَقِيْنِ o فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ع﴾

''یہ کسی شاعر کا قول نہیں (افسوس) تمہیں بہت کم یقین ہے۔ اور نہ کسی کاہن کا قول ہے (افسوس) بہت کم نصیحت لے رہے ہو۔ (یہ قرآن تو) رب العالمین کا اتارا ہوا ہے۔ اور اگر یہ (نبی) ہم پر کوئی بات بنا لیتا۔ تو البتہ ہم اس کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے۔ پھر اس کی شہ رگ کاٹ دیتے۔ پھر تم میں سے کوئی بھی مجھے اس سے روکنے والا نہ ہوتا۔ یقیناً یہ

قرآن پرہیزگاروں کے لئے نصیحت ہے۔ ہمیں پوری طرح معلوم ہے کہ تم میں سے بعض اس کے جھٹلانے والے ہیں۔ بے شک، (یہ جھٹلانا) کافروں پر حسرت ہے۔ اور بے شک (وشبہ) یہ یقینی حق ہے۔ پس تو اپنے رب عظیم کی پاکی بیان کر۔'' (الحآقۃ:۴۱تا۵۲)

رسول اللہ ﷺ وحی الٰہی کے بغیر لب کشائی نہیں فرمایا کرتے تھے:

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝﴾

''اور نبی (ﷺ) اپنی خواہش سے کوئی بات نہیں کہتے وہ تو صرف وحی ہے جو اتاری جاتی ہے۔'' (النجم:۳،۴)

ایک اور مقام پر ارشاد ہے:

﴿وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ ۝﴾

''اور اگر مشرکین میں سے کوئی شخص پناہ مانگ کر تمہارے پاس آنا چاہے تو اسے پناہ دے دو یہاں تک کہ وہ (اللہ کا کلام) سن لے پھر اسے اس کے مأمن (ٹھکانے) تک پہنچا دو۔ یہ اس لئے کرنا چاہتے ہیں کہ یہ لوگ علم نہیں رکھتے'' (التوبۃ:۶)

قرآن کریم کی تلاوت اگرچہ انسان ہی کرتا ہے لیکن اس کے باوجود بھی اللہ تعالیٰ اسے کلام اللہ قرار دیتا ہے۔ قرآن کریم کا ایک نام ''الکتاب'' بھی ہے اور کتاب کا مطلب ہے ''لکھی ہوئی تحریر'' اگرچہ سیاہی، کاغذ، چمڑا، ہڈی وغیرہ مخلوق ہیں، لیکن قرآن جب کتابی شکل اختیار کر لیتا ہے تو ''کتاب اللہ'' بن جاتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُدْعَوْنَ اِلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ وَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ﴾

''تم نے دیکھا نہیں کہ جن لوگوں کو کتاب کے علم میں سے کچھ حصہ ملا ہے ان کا حال کیا ہے؟ انہیں جب ''کتاب اللہ'' کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے، تو ان میں سے ایک فریق اس سے پہلوتہی کرتا ہے اور اس فیصلے کی طرف آنے سے منہ پھیر جاتا ہے۔'' (آل عمران:۲۳)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ﴾ یہ وہ (عظیم الشان) کتاب ہے کہ جس میں کوئی شک نہیں۔ (البقرۃ:۲)

یعنی اس کتاب قرآن مجید کے ''کلام اللہ'' ہونے میں کوئی شک نہیں یہ اور بات ہے کہ موصوف کو اس کے ''کلام اللہ'' ہونے یا ''کتاب اللہ'' ہونے میں شک ہے۔

مزید تفصیل کے لئے راقم الحروف کی کتاب ''دعوت قرآن کے نام پر قرآن وحدیث سے انحراف'' کا مطالعہ فرمائیں۔ اہل اسلام سے کوئی شخص کبھی اس بات کا تصور بھی نہیں کر سکتا کہ قرآن کریم اللہ کا کلام نہیں بلکہ مخلوق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پوری امت کا اس مسئلہ پر اتفاق ہے کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور غیر مخلوق ہے۔ اور جو شخص

قرآن کریم کومخلوق کہتا ہے وہ دائرۂ اسلام سے خارج اور کافر ہے۔

ان آیات کے تفصیلی بیان سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ قرآن کریم کے متعلق یہ عقیدہ کہ یہ اللہ کا کلام نہیں بلکہ مخلوق ہے یہ مشرکین مکہ کا عقیدہ تھا اور یہی عقیدہ جہاں جہمیہ اور پھر معتزلہ فرقہ نے اختیار کر لیا تھا انہی کی پیروی اور تقلید میں موصوف نے بھی اس عقیدہ کو اپنا لیا ہے اور اس طرح وہ مشرکین مکہ کے ہم نوالہ اور ہم پیالہ بن گئے امام احمد بن حنبل اور محدثین کرام پر کفر وشرک کے فتوے داغنے اور ان پر بھونکنے کی وجہ سے اللہ نے اسے اور اس کی عثمانی پارٹی کو مشرکین مکہ کا ہم پلہ اور حق کا منکر بنا دیا۔ اور نبی ﷺ کا یہ ارشاد یہاں بالکل درست اور ٹھیک ثابت ہوا کہ ''جو شخص کسی (مسلم) شخص کو کافر کہے یا اللہ کا دشمن کہے اور وہ ایسا نہ ہو تو یہ کلمہ کہنے والے پر لوٹ پڑتا ہے۔''

(بخاری:۶۱۰۴ و مسلم:۱۱۱/۶۰ بحوالہ مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۱۱ ح ۴۸۱۵)

اور یہ بات اب مشاہدہ میں آ چکی ہے۔ نیز اس سلسلہ کی مزید تفصیل درج ذیل آیات میں ملاحظہ فرمائیں۔

یوسف:۱۱۱،ھود:۱۳، ۳۵، الانبیآء:۵، الفرقان:۴، السجدۃ:۳، الاحقاف:۸ .

هذا ماعندی و الله أعلم بالصواب ۔کتبہ ابو جابر عبداللہ دامانوی یوم السبت ۲۳ شوال ۱۴۲۶ھ، ۲۶ نومبر ۲۰۰۵ء

[امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ نے فرمایا: '' أدرکت مشیختنا منذ سبعین سنۃ، منھم عمرو بن دینار، یقولون: القرآن کلام اللہ ولیس بمخلوق'' میں نے ستر سال سے استادوں کو بشمول عمرو بن دینار (تابعی) یہی بات کہتے پایا ہے کہ: قرآن اللہ کا کلام ہے اور مخلوق نہیں ہے (خلق أفعال العباد للبخاری ص ۷ ح ۱ وسندہ صحیح، التاریخ الکبیر للبخاری ۳۳۸/۲ ت ۲۶۶۲ وسندہ صحیح)

درج ذیل محدثین کرام قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ کا کلام اور غیر مخلوق مانتے تھے۔ اور اس شخص کو کافر و زندیق سمجھتے تھے جو قرآن کو مخلوق کہتا ہے۔

یزید بن ہارون (مسائل ابی داؤد ص ۲۶۸ وسندہ حسن، شاذ بن یحیی الواسطی حسن الحدیث، وخلق افعال العباد ص ۸ ح ۷)

عبداللہ بن ادریس (خلق افعال العباد ص ۸ ح ۵ وسندہ صحیح)

ابوالولید الطیالسی (مسائل ابی داؤد ص ۲۶۶ وسندہ صحیح، خلق افعال العباد ص ۱۱ ح ۳۴)

علی بن عبداللہ المدینی (خلق افعال العباد ص ۱۱ ح ۳۲ وسندہ صحیح)

یحیی بن معین (کتاب السنۃ لعبداللہ بن احمد بن حنبل ج ۱ ص ۱۲۸ ح ۶۸ وسندہ صحیح)

اس طرح کہ اور بہت سے آثار سلف صالحین سے ثابت ہیں اور اس پر محدثین کرام کا اجماع ہے کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور مخلوق نہیں ہے۔ دیکھئے مسائل ابی داؤد (ص ۲۶۶) والشریعۃ للآجری (ص ۷۵ تا ۹۳)

نوٹ: اس مسئلے (قرآن مخلوق نہیں ہے بلکہ اللہ کا کلام ہے) پر اگر کوئی شخص صحیح و ثابت آثارِ سلف صالحین باحوالہ جمع کرے تو اسے شائع کرنے کے لئے ''الحدیث'' کے صفحات حاضر ہیں۔ بعض مبتدعین کلام لفظی اور کلامِ نفسی کے درمیان فرق کرتے ہیں ان کا مدلل رد بھی مطلوب ہے۔ / ادارہ الحدیث حضرو]

حافظ زبیر علی زئی

محدّثِ ہرات: امام عثمان بن سعید الدارمی

ہرات افغانستان (سابقہ خراسان) کا مشہور شہر ہے۔ یہ شہر بے شمار باغات اور میٹھے پانیوں کے ساتھ جنت کا نظارہ پیش کرتا ہے۔ اسلام کے سنہری دور میں عظیم الشان ائمہ دین اور علمائے حق کا مسکن رہا ہے۔ امام حسین بن ادریس الانصاری الہروی رحمہ اللہ (متوفی ۳۰۱ھ) مشہور ثقہ حافظ اور متعدد کتابوں کے مصنف، اسی شہر کے باسی تھے۔ ذم الکلام جیسی لازوال کتاب کے مصنف شیخ الاسلام ابواسماعیل الہروی رحمہ اللہ (متوفی ۴۸۱ھ) کا جائے مسکن یہی شہر ہے۔ امام عثمان بن سعید بن خالد، ابوسعید الدارمی الہروی رحمہ اللہ کے علوم و برکات اسی شہر میں نور افشاں رہے۔ آپ ۲۰۰ھ سے کچھ پہلے پیدا ہوئے (دیکھئے سیر اعلام النبلاء ج ۱۳ص ۳۱۹)

آپ نے اسلامی دنیا کے کونے کونے میں مسلسل گھومتے ہوئے علم وحکمت کے سمندروں کی غوطہ زنی جاری رکھی۔ حرمین، حجاز، شام، مصر، عراق اور بلادِ عجم میں حدیث اور دیگر علوم کے مشہور علماء کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔ علمِ حدیث میں آپ کے چند مشہور اساتذہ کے نام درج ذیل ہیں:

ابوالیمان الحکم بن نافع، سعید بن ابی مریم، مسلم بن ابراہیم، سلیمان بن حرب، ابوسلمہ التبوذکی، نعیم بن حماد الصدوق، عبداللہ بن صالح کاتب اللیث، مسدد، ابوتوبہ الحلبی، ابوجعفر النفیلی، احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین، علی بن المدینی، اسحاق بن راہویہ اور ابوبکر بن ابی شیبہ وغیرہم رحمہم اللہ اجمعین۔

مشہور لغوی امام اور محدث ابوسعید بن الاعرابی سے اَدَب (علمِ لغت وغیرہ) اور فقیہ امام ابویعقوب البویطی سے فقہ الحدیث سیکھا۔

آپ کے شاگردوں میں سے بعض کے نام درج ذیل ہیں:

ابوعمرو احمد بن محمد الحیری، مؤمل بن الحسن الماسرجسی، محمد بن یوسف الہروی الفقیہ، احمد بن محمد بن عبدوس الطرائفی، شیخ الاسلام ابوالنضر محمد بن محمد الطوسی الفقیہ، حامد بن محمد بن عبداللہ الرفاء، محمد بن عثمان بن سعید الدارمی اور ابوالفضل یعقوب بن اسحاق القراب وغیرہم، رحمہم اللہ اجمعین

علمائے اہلِ سنت کے نزدیک آپ کا علمی مقام

تمام محدثین اور علمائے حق کا آپ کی توثیق وتعریف پر اجماع ہے۔

۱: حافظ ابن حبان نے انہیں ''کتاب الثقات'' میں ذکر کیا اور فرمایا: ''أحد أئمة الدنيا، يروي عن أبي الوليد وأهل العراق، حدثنا عنه ابنه محمد بن عثمان بن سعيد'' یعنی آپ دنیا کے اماموں میں سے ایک تھے الخ (کتاب الثقات ۸/۴۵۵)

۲: ابوالفضل یعقوب بن اسحاق القراب (متوفی ۳۳۲ھ) نے کہا: '' **ما رأینا مثل عثمان بن سعید، ولا رأی عثمان مثل نفسه، أخذ الأدب عن ابن الأعرابي، والفقه (عن) أبي یعقوب البویطي، والحدیث عن یحي بن معین وعلي بن المدیني، وتقدم في هذه العلوم ۔ رحمة اللّٰه علیه** ''

ہم نے عثمان بن سعید (الدارمی) جیسا کوئی نہیں دیکھا اور نہ انہوں نے اپنے جیسا کوئی دیکھا ہے انہوں نے ابن الاعرابی سے علم ادب، بویطی سے فقہ اور یحی بن معین وابن المدینی سے حدیث کا علم سیکھا۔ وہ ان علوم میں سبقت لے گئے، رحمۃ اللہ علیہ (تاریخ دمشق لابن عساکر ۲۶۵/۴۰ وسندہ صحیح، علوم الحدیث للحاکم ص ۸۰ ح ۱۷۴ و بعض الاصلاح منہ)

۳: حاکم نیشاپوری نے عثمان الدارمی کی بیان کردہ حدیث کو '' **صحیح علی شرط الشیخین** '' کہا (المستدرک ۴۶/۱ ح ۱۴۳ ووافقہ الذھبی) امام حاکم نے ایک سند کے سارے راویوں کو ثقہ کہا، اس سند میں عثمان بن سعید بھی ہیں۔ (دیکھئے المستدرک ۵۱/۱ ح ۱۶۵)

۴: ابن الجوزی نے کہا: '' **إمام عصره بهراة** '' (المنتظم ۱۱۲/۱۱)

۵: حافظ ذہبی نے کہا: '' **الإمام العلامة الحافظ الناقد** '' (سیر اعلام النبلاء ۳۱۹/۱۳) اور کہا: '' **الحافظ الإمام الحجة** '' (تذکرۃ الحفاظ ۶۲۱/۲ ت ۶۴۸)

اور فرمایا: '' **وکان لهجاً بالسنة، بصیراً بالمناظرة** '' وہ سنت کے دلدادہ تھے (اور) مناظرے کی بصیرت رکھتے تھے (النبلاء ۳۲۰/۳)

اور فرمایا: '' **وکان جذعاً في أعین المبتدعة، قیّماً بالسنة** '' آپ بدعتیوں کی آنکھوں میں شہتیر تھے اور سنت کے نگران تھے (العبر فی خبر من غبر ۴۰۳/۱)

۶: الصفدی نے کہا: '' **وکان جذعاً في أعین المبتدعین** '' اور وہ بدعتیوں کی آنکھوں میں شہتیر تھے۔ (الوافی بالوفیات ۳۲۰/۱۹)

۷: عبدالوہاب بن تقی الدین السبکی نے کہا: '' **محدث هراة وأحد الأعلام الثقات** '' وہ ہرات کے محدث اور ثقہ مشہور علماء میں سے ایک تھے (طبقات الشافعیۃ ۵۳/۲)

۸: العبادی نے الطبقات میں کہا: '' **الإمام فی الحدیث والفقه** '' وہ حدیث وفقہ میں امام تھے۔ (طبقات الشافعیۃ ۵۳/۲)

'' **وهو الذي قام علی محمد بن کرام الذي تنسب إلیه الکرامیة وطردوه عن هراة** '' انہوں نے (فرقہ مجسمہ کے سربراہ) محمد بن کرام، جس کی طرف فرقہ کرامیہ منسوب ہے، کی سرکوبی کی اور اسے ہرات سے بھگا دیا۔ (ایضاً ص ۵۳)

۹: ابن العماد نے کہا: '' **وکان .. ثقة حجة ثبتاً** '' اور وہ۔ ثقہ حجت (اور) ثبت (پختہ کار) تھے۔ (شذرات الذہب ۱۷۶/۲)

۱۰: الاسنوی نے کہا: ''**هو أحد الحفاظ الأعلام ، تفقه على البويطي وطاف الآفاق في طلب الحديث وصنف المسند الكبير** ''وہ مشہور حفاظِ حدیث میں سے ایک تھے، انہوں نے بویطی سے فقہ سیکھی اور حدیث جمع کرنے کے لئے چاروں طرف پھرے، انہوں نے مسند کبیر کے نام سے حدیث کی ایک کتاب تصنیف کی۔

(شذرات الذہب ۲/۱۷۶)

☆ امام ابومحمد عبدالرحمٰن بن ابی حاتم الرازی نے انہیں کتاب الجرح والتعدیل میں ذکر کیا (۶/۱۵۳) اور کوئی جرح وتعدیل نہیں لکھی۔ یہاں یہ بات عجیب وغریب ہے کہ ظفر احمد تھانوی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں کہ: ''**سكوت ابن أبي حاتم أو البخاري عن الجرح في الراوي: توثيق له** ''ابن ابی حاتم اور بخاری کا (تاریخ کبیر اور الجرح والتعدیل میں) راوی پر جرح سے سکوت کرنا، راوی کی توثیق ہوتی ہے۔

(اعلاء السنن ج ۱۹ ص ۳۵۸ وقواعد فی علوم الحدیث ص ۳۵۸)

یہ قول اگرچہ باطل ہے لیکن دیوبندیوں اور فرقہ کوثریہ پر حجت ہے۔ کوثری پارٹی میں ظفر احمد صاحب کا بہت بڑا مقام ہے۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ امام عثمان بن سعید الدارمی کی توثیق، امامت اور جلالت پر اجماع ہے۔ فرقہ کوثریہ کے بانی محمد زاہد الکوثری صاحب کی نیش زنی کا جواب آگے آ رہا ہے۔ ان شاء اللہ

امام عثمان الدارمی کی تصانیف

آپ کی چند مشہور تصانیف درج ذیل ہیں:

۱: المسند الکبیر (غیر مطبوع)

۲: تاریخ عثمان بن سعید الدارمی عن یحییٰ بن معین (مطبوع) اس کتاب کا کچھ حصہ طباعت سے رہ گیا ہے جیسا کہ تہذیب التہذیب وغیرہ دوسری کتابوں سے ظاہر ہوتا ہے۔

۳: کتاب الرد علی الجہمیہ (مطبوع) یہ کتاب شیخ بدر البدر کی تحقیق سے چھپی ہے۔

۴: رد الإمام عثمان الدارمی علی بشر المریسی العنید (مطبوع)

اس کتاب میں امام عثمان الدارمی رحمہ اللہ نے فرقہ مریسیہ جہمیہ کے بانی و پیشوا بشر بن غیاث المریسی کا مدلل و بہترین رد کیا ہے۔ اس کتاب کے شروع میں ناشر نے امام ابن القیم رحمہ اللہ کی کتاب ''اجتماع الجیوش الاسلامیۃ'' سے نقل کیا ہے کہ:

'' **كتابا الدارمي – النقض على بشر المريسي ، والرد على الجهمية – من أجلّ الكتب المصنفة في السنة وأنفعها، وينبغي لكل طالب سنة، مراده الوقوف على ما كان عليه الصحابة والتابعون والأئمة أن يقرأ كتابيه. وكان شيخ الاسلام ابن تيمية رحمه الله يوصي بهما أشدالوصية، ويعظمهما جداً، وفيهمامن تقرير التوحيد والأسماء والصفات بالعقل والنقل**

ماليس في غيرهما''
دارمی کی دونوں کتابیں ۔الرد علی بشر المریسی اور الرد علی الجہمیہ ،سنت پر لکھی ہوئی بہترین اور نفع بخش کتابوں میں سے ہیں۔حدیث وسنت کا ہر طالب علم جو صحابہ، تابعین اور ائمہ ٔ دین سے محبت رکھتا ہے، اسے چاہئے کہ یہ دونوں کتابیں ضرور پڑھے۔شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ یہ دونوں کتابیں پڑھنے کی زبردست وصیت فرماتے تھے اور ان کتابوں کی بے انتہا عزت کرتے تھے۔ان دونوں کتابوں میں توحید اور اسماء وصفات کا ثبوت عقل ونقل دونوں سے پیش کیا گیا ہے، یہ برتری دوسری کسی کتاب کو (ان مسائل میں) حاصل نہیں ہے۔ (اجتماع الجیوش الاسلامیہ ص ۹۰ وہامش الرد علی الجہمیہ ص ۵)
امام ابوسعید الدارمی رحمہ اللہ ۲۸۰ ہجری میں ہرات میں فوت ہوئے۔

بشر بن غیاث المریسی کا تعارف

فرقہ جہمیہ مریسیہ کے پیشوا بشر بن غیاث کا مختصر وجامع تعارف درج ذیل ہے:

۱: امام معتدل عجلی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''**رأيت بشر المريسي ، عليه لعنة الله – مرة واحدة شيخ قصير دميم المنظر وسخ الثياب وافر الشعر ، أشبه شيئ باليهود وكان أبوه يهودياً صباغاً بالكوفة في سوق المراضع (ثم قال) :لايرحمه اللّٰه ، فلقد كان فاسقاً** '' بشر المریسی پر اللہ کی لعنت ہو، میں نے اسے صرف ایک دفعہ دیکھا ہے۔پست قد، بدشکل، گندے کپڑوں اور لمبے بالوں والا، وہ یہودیوں سے مشابہ تھا۔اس کا باپ کوفہ کے مراضع بازار میں یہودی رنگ ساز تھا (پھر فرمایا): اللہ اس پر رحم نہ کرے، وہ یقیناً فاسق تھا۔
(تاریخ العجلی :۱۵۹، دوسرا نسخہ:۱۵۳)

۲: ابوزرعہ الرازی نے کہا: '' **المريسي زنديق** '' بشر المریسی زندیق (لادین وگمراہ وبدعقیدہ) ہے۔
(کتاب الضعفاء لأبي زرعۃ الرازی ۲/۵۶۴)

۳: ابونعیم الفضل بن دکین الکوفی نے کہا: '' **لعن اللّٰه بشراً المريسي الكافر** '' بشر مریسی کافر پر اللہ کی لعنت ہو۔
(کتاب السنۃ لعبداللہ بن احمد ۱/۱۰۷ ح ۱۹۸ ب۳ وسندہ حسن)

۴: شبابہ بن سوار (ثقہ حافظ) نے کہا: ''**اجتمع رأي ورأي أبى النضر هاشم بن القاسم وجماعة من الفقهاء على أن المريسي كافر جاحد ، نرى أن يستتاب فإن تاب وإلا ضربت عنقه** ''
میری، ابوالنضر ہاشم بن القاسم (ثقہ امام) اور فقہاء کی ایک جماعت کی تحقیق میں بشر المریسی کافر منکر ہے۔ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اسے توبہ کرائی جائے اور اگر وہ توبہ نہ کرے تو اسے قتل کر دیا جائے (**كتاب السنة لعبدالله بن احمد:** ط **وإسناده صحيح، تاريخ بغداد بسند آخر وسنده حسن لذاته، فيه الحسين بن أحمد بن صدقة:ثقة كما في تاريخ بغداد**)

۵: بشر بن الحارث الحافی (الزاہد الجلیل: ثقہ قدوہ) نے بشر بن غیاث کی موت پر فرمایا: '' **والحمدللّٰه الذي**

أماته '' اور اللہ کا شکر ہے جس نے بشر بن غیاث کو موت دی ہے (تاریخ بغداد ۶۷/۷ وسندہ صحیح) اس روایت میں یہ بھی ہے کہ بشر حافی رحمہ اللہ اس مریسی کی موت پر سجدۂ شکر کرنا چاہتے تھے مگر شہرت کے خوف سے باز رہے۔

۶: امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ نے بشر المریسی کے بارے میں فرمایا: '' قاتله الله، دُويبة '' اس ذلیل جانور (مریسی) کو اللہ قتل کرے (تاریخ بغداد ۶۵/۷ وسندہ صحیح، حلیۃ الاولیاء ۲۹۶/۷)

۷: یزید بن ہارون نے فرمایا: ''المريسي حلال الدم، يقتل '' مریسی کا خون بہانا حلال ہے، اسے قتل کر دینا چاہئے (تاریخ بغداد ۶۳/۷ وسندہ حسن، نفطویہ حسن الحدیث وباقی السند صحیح)

۸: حافظ ذہبی نے فرمایا: ''مبتدع ضال '' بشر المریسی بدعتی (اور) گمراہ ہے (میزان الاعتدال ۳۲۲/۱)

۹: حافظ ابن کثیر نے کہا: '' وكان مرجئاً '' اور وہ مرجی (اہلِ سنت سے خارج، بدعتی) تھا (البدایہ والنھایہ ۲۹۴/۱۰)

۱۰: محمد بن عبید نے اسے ''الخبيث '' خبیث کہا (خلق افعال العباد ص ۱۱ رقم: ۳۸ وسندہ صحیح)

☆ عبدالقادر القرشی (حنفی) نے کہا: ''المعتزلي المتكلم '' یہ معتزلی (منکرِ حدیث) متکلم (باطل علم کلام والا) تھا۔ (الجواہر المضیہ ۱۶۴/۱)

امام عثمان بن سعید الدارمی نے اس متفقہ مجروح شخص پر بادلائل رد کرتے ہوئے اسے ''المضل... الجهمي '' بشر بن غیاث گمراہ کرنے والا... جہمی ہے، قرار دیا ہے۔ (ردالدارمی علی بشر المریسی العنید ص ۳)

امام دارمی کے خلاف زاہد الکوثری کی نیش زنی

قارئین کرام! آپ نے دیکھ لیا کہ امام عثمان بن سعید الدارمی اہلِ سنت کے جلیل القدر امام اور بالاجماع ثقہ تھے۔ زمانۂ تدوینِ حدیث میں کسی ثقہ وصدوق عالم نے ان پر کوئی جرح نہیں کی مگر چودھویں صدی ہجری میں فرقہ کوثریہ جہمیہ کے بانی محمد زاہد بن الحسن الکوثری الجرکسی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''هو صاحب النقض مجسم مكشوف الأمر يعادي أئمة التنزيه ويصرح باثبات القيام والقعود والحركة والثقل والا ستقرار المكاني والحد ونحو ذلك له تعالىٰ! ومثله يكون جاهلاً بالله سبحانه بعيداً عن أن تقبل روايته''

''نیز اس کی سند میں جو عثمان بن سعید ہے، وہ بھی قابل اعتراض ہے۔ مجسم ہے (اللہ تعالیٰ کے لئے جسمیت کا قائل ہے) اور اس کی بے گناہ ائمہ کے ساتھ دشمنی کھلا معاملہ ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے لئے اٹھنا بیٹھنا اور حرکت کرنا اور اس کا بوجھل ہونا اور اس کے لئے استقرار مکانی (کہ ایک جگہ میں اس کا قرار ہے) اور اس کی حد بندی وغیرہ کھلے لفظوں میں ثابت کرتا ہے اور اس جیسا آدمی جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں جاہل ہے، وہ اس لائق نہیں کہ اس کی روایت قبول کی جائے۔'' (تانیب الخطیب ص ۱۶، ۱۷، ابوحنیفہ کا عادلانہ دفاع از عبدالقدوس قارن دیوبندی ص ۸۷)

امام دارمی نے اپنی کتاب میں آسمان دنیا پر نزول باری تعالیٰ، عرش باری تعالیٰ اور علوِ باری تعالیٰ علی العرش ثابت کیا ہے (دیکھئے فہرس نقض الدارمی علی المریسی ص ۱) جسے کوثری جرکسی صاحب قیام، قعود، حرکت، ثقل، استقرار

مکانی اور حدوغیرہ قرار دے رہے ہیں اور سرفراز خان صفدر دیوبندی صاحب کے ''خلف رشید'' عبدالقدوس قارن صاحب اسے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا عادلانہ دفاع باور کرانا چاہتے ہیں۔!

امام دارمی کے خلاف کوثری جرکسی کے مزید افتراءات واکاذیب کے لئے دیکھئے مقالات الکوثری (ص ۲۸۲۔۲۸۹، ۲۹۰، ۳۰۲، ۳۰۵، ۳۰۸، ۳۴۳، ۵۷) والماتریدیہ للإمام شمس الدین الافغانی رحمہ اللہ (۱/ ۳۸۰)

کوثری جرکسی کا تعارف

امام ابوالشیخ عبداللہ بن محمد بن جعفر الاصبہانی رحمہ اللہ کے بارے میں کوثری صاحب لکھتے ہیں کہ: ''**وقد ضعفه بلديه الحافظ العسال بحق**'' ''اور اس کو اس کے ہم وطن الحافظ العسال نے ضعیف کہا ہے۔''

(تانیب الکوثری ص ۴۹ واللفظ لہ، ص ۶۹، ۱۴۱، ابوحنیفہ کا عادلانہ دفاع ص ۱۵۳)

امام ابوالشیخ پر حافظ العسال کی جرح کا کوئی ثبوت کسی کتاب میں نہیں ہے، اسے کوثری نے بذاتِ خود گھڑا ہے۔ ہم تمام کوثری پارٹی اور عبدالقدوس قارن وغیرہ سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ اپنے ''امام'' کوثری کو کذب وافترا سے بچانے کے لئے اس جرح کا مستند حوالہ پیش کریں ورنہ یاد رکھیں کہ جھوٹوں کا حشر جھوٹوں کے ساتھ ہی ہوگا، **المرء مع من أحب**۔

مکتبۃ الحرم المکی کے مدیر اور مکہ مکرمہ کی مجلسِ شوریٰ کے رکن سلیمان الصنیع نے بذاتِ خود کوثری مذکور سے مصر میں اس کے گھر میں ملاقات کی اور ابوالشیخ پر عسال کی جرح کے حوالے کا بار بار مطالبہ کیا مگر کوثری نے مذکورہ حوالہ بالکل پیش نہیں کیا۔ شیخ سلیمان الصنیع فرماتے ہیں کہ: ''**والذي يظهر لي أن الرجل يرتجل الكذب** '' اِلخ اور میرے سامنے یہی ظاہر ہے کہ یہ آدمی (کوثری) فی البدیہ جھوٹ بولتا ہے (حاشیہ طلیعہ التنکیل ص ۳۴)

جھوٹ اور افترا والے کوثری کے بارے میں محمد یوسف بنوری دیوبندی لکھتے ہیں کہ: ''**هو محتاط متثبت في النقل**'' وہ محتاط ہے (اور) نقل میں ثبت (ثقہ) ہے (مقدمہ مقالات الکوثری ص ز) سبحان اللہ!

قارن صاحب کے والد محترم سرفراز خان صفدر دیوبندی صاحب بار بار ''شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ'' لکھتے ہیں، مثلاً دیکھئے احسن الکلام (ج ۱ ص ۶۸) طائفہ منصورہ (ص ۱۳۸)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے بارے میں کوثری صاحب لکھتے ہیں کہ:

''**ومع هذا كله إن كان هو لا يزال يعد شيخ الإسلام فعلى الإسلام السلام**'' اور اس سارے کے باوجود اگر وہ (ابن تیمیہ) شیخ الاسلام قرار دیئے جاتے رہیں تو ایسے اسلام پر سلام ہے (الإشفاق علیٰ أحکام الطلاق للکوثری ص ۸۹ سطر ۵)

معلوم ہوا کہ کوثری صاحب کو سرفراز خان صفدر صاحب کا اسلام منظور نہیں ہے۔!

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ، امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ وغیرہم پر کوثری جرکسی کی جرح کے لئے دیکھئے تانیب الکوثری، التنکیل بما فی تانیب الکوثری من الاباطیل اور الماتریدیہ وغیرہ۔

خلاصہ یہ کہ کوثری کے قلم سے بڑے بڑے ائمۂ دین اور صحابہ کرام نہیں بچے ہیں لہٰذا ثقہ بالاجماع امام عثمان الدارمی رحمہ اللہ پر اس کی جرح، چودھویں صدی کی بدعت اور باطل ومردود ہے۔ [انتهى]

تصنیف:ابوعبدالرحمٰن الفوزی قسط نمبر:۱ ترجمہ:صدیق رضا

ضعیف،موضوع اورمردود روایات اوران کا رد

[ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾ بے شک ہم نے اس ذکر کو نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں (الحجر:۹)

یہ وعدہ الٰہی سنت نبوی ﷺ کو بھی شامل ہے اس لئے کہ سنت قرآن کریم (ذکر) کے لئے بیان وتفسیر ہے،اور سنت کی شریعت میں بہت زیادہ قدر ومنزلت ہے، پس سنت کے امر کا التزام شریعت کا التزام ہے، اللہ رب العالمین کے اس فرمان کی وجہ سے کہ ﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ﴾ جس نے رسول (ﷺ) کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی (النسآء:۸۰)

یقیناً ہوی پرست (اہل بدعت) اور اپنے مذہب کے لئے متعصب بعض کینہ پرور اور بیمار دل والوں نے ایسی کوششیں کیں جو کسی بھی محترم انسان کے لئے مناسب نہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف غلط باتیں منسوب کریں، ایسے لوگوں کے لئے سخت وعید ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''**من كذب علي متعمداً فليتبوأ مقعده من النار**'' کہ جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھا اس کا ٹھکانا جہنم ہے (بخاری:۱۰۷)

لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بعض اہل علم کو یہ توفیق بخشی کہ وہ شریعت مطہرہ سے اس قسم کے لوگوں کی دسیسہ کاریوں کو دور کردیں۔ جو بعض لوگوں نے رسول اللہ ﷺ پر گھڑی ہیں۔

تو ان اہل علم نے صحیح اور ضعیف کو واضح کردیا، اللہ کا یہ وعدہ پورا ہوا اور سنت محفوظ ہوگئی اور سنت کی حفاظت سے قرآنی احکام بھی محفوظ ہوگئے۔ (تلخیص از مقدمۃ الکتاب)

اسی سلسلے میں الشیخ ابوعبدالرحمٰن فوزی بن عبداللہ بن محمد/ البحرین، بلاد العرب نے ایک کتاب ''**تبصرة أولى الأحلام من قصص فيها كلام**'' ترتیب دی ہے جس میں قصہ گو لوگوں کے من گھڑت واقعات کی حقیقت واضح کی گئی ہے جس کا ترجمہ محترم جناب صدیق رضا صاحب نے کیا ہے اللہ تعالیٰ دونوں کو جزائے خیر عطا فرمائے (آمین) (حافظ ندیم ظہیر)]

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور اجتہاد کا قصہ

پہلا قصہ: سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا قصہ کہ جب رسول اللہ ﷺ نے انہیں یمن بھیجنے کا ارادہ فرمایا (تو اس وقت ان سے پوچھا): ''**كيف تقضي إذا عرض لك قضاء؟ قال: أقضي بكتاب الله قال: فإن لم تجد في كتاب الله؟ قال: فبسنة رسول الله ﷺ ـ قال: فإن لم تجد في سنة رسول الله ولا في كتاب الله؟ قال اجتهد رأيي ولا آلوا، فضرب رسول الله ﷺ صدره وقال: الحمد لله الذي وفق**

رسول رسول الله لما يرضى رسول الله ''

جب آپ کو کوئی قضیہ پیش آئے گا تو آپ کس طرح فیصلہ کریں گے؟ عرض کیا کہ: میں کتاب اللہ کے ذریعے فیصلہ کروں گا، فرمایا: اگر آپ کتاب اللہ میں (اس قضیہ کا حل) نہ پائیں؟ تو عرض کیا کہ میں اللہ کے رسول ﷺ کی سنت سے فیصلہ کروں گا، فرمایا کہ اگر آپ سنتِ رسول ﷺ میں بھی (اس کا حل) نہ پائیں؟ تو عرض کیا کہ میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا، اور کوئی کوتاہی نہیں کروں گا، اس پر رسول اللہ ﷺ نے ان کے سینے پر (اپنا بابرکت ہاتھ) مارا اور فرمایا: اللہ کا شکر ہے جس نے اللہ کے رسول (ﷺ) کے قاصد کو اس بات کی توفیق مرحمت فرمائی جس پر اللہ کا رسول (ﷺ) راضی ہے۔ (منکر، یعنی یہ روایت منکر وضعیف ہے)

تخریج: اس روایت کو ابو داؤد نے اپنی سنن (ج ۳ص ۳۰۳ ح ۳۵۹۲، ۳۵۹۳) ترمذی نے اپنی سنن (ج ۳ ص ۶۰۷ ح ۱۳۲۷، ۱۳۲۸) احمد نے مسند (ج ۵ ص ۲۳۰ ح ۲۲۰۰۷) اور بیہقی نے سنن الکبریٰ (ج ۱۰ ص ۱۱۴) اور المدخل (ص ۲۰۸ تا ۲۰۹ ح ۲۵۶) ابو داؤد الطیالسی نے مسند (ص ۷۶ ح ۵۵۹) دارمی نے سنن (ج ۱ ص ۶۰ ح ۱۷۰) ابن حزم نے الإحکام (ج ۶ ص ۲۰۰) بغوی نے شرح السنۃ میں تعلیقاً (ج ۱ ص ۱۱۶ ح ۲۵۰۹) ابن ابی شیبۃ نے المصنف (ج ۷ ص ۲۳۹ ح ۲۰۲۹۷۸) اور جوزقانی نے الاباطیل (ج ۱ ص ۱۰۵، ۱۰۶ ح ۱۰۱) اور عبد بن حمید نے المنتخب (ص ۷۲ ح ۱۲۴) اور ابن الجوزی نے العلل المتناہیۃ (ج ۲ ص ۷۵۸ ح ۱۲۶۴)، خطیب بغدادی نے الفقیہ والمتفقہ (ج ۱ ص ۱۵۵، ۱۸۸، ۱۸۹)، العقیلی نے ''الضعفاء الکبیر'' (ج ۱ ص ۲۱۵ ح ۲۶۲) طبرانی نے ''المعجم الکبیر'' (ج ۲۰ ص ۱۷۰ ح ۳۶۲) اور المزی نے ''تہذیب الکمال'' (ج ۱ ص ۲۱۷ المخطوط) اور ابن عبدالبر نے ''جامع بیان العلم'' (ص ۳۵۹، ۳۶۰) اور (محمد بن خلف) وکیع نے ''أخبار القضاۃ'' (ج ۱ ص ۹۷، ۹۸) اور ابن سعد نے ''الطبقات الکبریٰ'' (ج ۲، ص ۳۴۷، ۳۴۸) میں متعدد (بہت سے) طرق سے بیان کیا کہ ''عن شعبة قال:

أخبرني أبو عون الثقفي قال: سمعت الحارث بن عمرو يحدث عن أصحاب معاذ من أهل حمص عن معاذ بن جبل رضي الله عنه أن رسول الله ﷺ لما بعثه إلى اليمن قال له، فذكره ''

میں (الفوزی الاثری) نے کہا: اور یہ سند ضعیف ہے اس کی دو علتیں ہیں:

اول: الحارث بن عمرو مجہول ہے۔

دوم: اصحاب معاذ یعنی معاذ رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کی جہالت (ان کا مجہول ہونا)۔

دیکھئے ابن حجر کی التہذیب (ج ۲ ص ۱۳۲) اور انہی کی تقریب التہذیب (ص ۱۴۷ رقم: ۱۰۳۹)

امام بخاری نے التاریخ الکبیر (ج ۲ ص ۲۷۷) میں فرمایا کہ: الحارث بن عمرو بن أخی المغیرۃ بن شعبۃ الثقفی نے اصحاب معاذ سے اور انہوں نے معاذ رضی اللہ عنہ سے (اور) روایت کیا ان سے ابو عون نے، تو یہ صحیح نہیں اور معروف نہیں یہ روایت مگر اس مرسل سند سے: الخ۔

امام ترمذی نے فرمایا: اس حدیث کو ہم نہیں جانتے مگر اس سند سے اور میرے نزدیک اس کی اسناد متصل نہیں: الخ۔

امام جوزقانی نے فرمایا: یہ حدیث باطل ہے۔
امام ابن الجوزی نے فرمایا: یہ حدیث صحیح نہیں اگر چہ تمام (!) فقہاء اس روایت کو اپنی کتب میں بیان کرتے ہیں اور اس پر اعتماد بھی کرتے ہیں، اور قسم ہے مجھے کہ اگر چہ اس کا معنی درست ہے، (لیکن) بات یہ ہے کہ اس کا ثبوت معروف نہیں۔ اس لئے کہ الحارث بن عمرو مجہول ہے اور معاذ رضی اللہ عنہ کے اصحاب (ساتھی) اہل حمص میں تو وہ بھی پہچانے نہیں جاتے (معروف نہیں ہیں مجہول ہیں) اور نہ ہی اس کا طریق (معروف ہے) پس اس حدیث کے ثبوت کی کوئی وجہ نہیں۔
امام ذہبی فرماتے ہیں: ابوعون محمد بن عبیداللہ الثقفی نے اس روایت کو الحارث بن عمرو الثقفی ... سے بیان کرنے میں تفرد کیا اور ابوعون کے علاوہ الحارث سے کسی نے روایت نہیں کیا اور الحارث ... مجہول ہے۔ إلخ (میزان الاعتدال ج ۱ ص ۴۳۹)
ابن حجر کہتے ہیں کہ ابن حزم نے فرمایا: یہ حدیث صحیح نہیں، اس لئے کہ الحارث مجہول ہے اور اس کے شیوخ (اساتذہ) پہچانے نہیں جاتے، اور بعض لوگوں نے اس حدیث کے تواتر کا دعویٰ کیا، اور یہ غلط ہے (جھوٹ ہے) بلکہ یہ تواتر کی ضد ہے، اس لئے کہ حارث سے اس روایت کو ابوعون کے علاوہ کسی نے بیان نہیں کیا تو کس طرح یہ روایت ''متواتر'' ٹھہری؟
اور عبدالحق (اشبیلی) نے فرمایا: یہ روایت کسی صحیح طریق (ذریعہ) سے نہ مسند ہوئی ہے نہ پائی جاتی ہے اور ابن طاہر نے اس حدیث پر کلام پر مشتمل اپنی منفرد تصنیف میں فرمایا: جان لو! کہ میں نے اس حدیث کو چھوٹی بڑی مسانید میں تلاش کیا، اور حدیث کے علم جاننے والوں میں سے جن سے میری ملاقات ہوئی ان سے اس حدیث کے متعلق سوال کیا، پس میں نے اس روایت کو نہیں پایا سوائے دو سندوں کے۔ ان میں سے ایک سند شعبۃ اور دوسری سند'' **عن محمد بن جابر عن أشعث بن أبی الشعثاء عن رجل من ثقیف عن معاذ** '' اور یہ دونوں سندیں صحیح نہیں ہیں۔ إلخ
علامہ البانی نے الضعیفۃ (ج ۲ ص ۲۷۳) میں فرمایا.....
.....اس اسناد میں تین علتیں ہیں:
اول: ارسال۔
دوم: الحارث بن عمرو (جو کہ) مجہول ہے۔
سوم: اصحاب معاذ رضی اللہ عنہ کی جہالت یعنی ان لوگوں کا مجہول ہونا۔
امام مزی نے تحفۃ الاشراف (ج ۸ ص ۴۲۱) میں اس روایت کو ذکر کیا:
اور خطیب بغدادی نے اپنی کتاب الفقیہ والمتفقہ (ج ۱ ص ۱۸۹) میں فرمایا:
''وقد قیل أن عبادۃ بن نسي رواہ عن عبدالرحمن بن غنم عن معاذ وقال ھذا إسناد متصل ورجالہ معروفون بالثقۃ: إلخ''

یعنی کہا گیا کہ عبادۃ بن نسی نے اس حدیث کو روایت کیا عبدالرحمٰن بن غنم سے، انہوں نے معاذ سے اور فرمایا اس کی سند متصل ہے اور اس کے راوی ثقہ ہونے میں معروف ہیں۔

لیکن حافظ (ابن حجر) نے الامالی میں ۱۷۰ کے بعد کی مجلس میں فرمایا: ہاں یہ اسی طرح ہے، بلکہ عبدالرحمٰن بن غنم کو تو صحابی ہونے کا شرف حاصل ہے اور جو راوی ان سے روایت کر رہا ہے وہ بھی ثقہ ہے لیکن اس سے روایت کرنے والا راوی ثقہ نہیں ہے، ابن ماجہ نے اس کو روایت کیا ہے اپنی سنن (ج ۱ ص ۱۲۱ ح) میں اور جوزقانی نے الاباطیل (ج ۱ ص ۱۰۸، ۱۰۹) میں اس حدیث کے بعض حصہ کو یحییٰ بن سعید کی سند کے ساتھ اور اس مبہم (مجہول شخص) کا نام محمد بن حسان بتلایا اور وہ ''مصلوب'' کے نام سے معروف ہے۔ امام احمد، الفلاس، امام نسائی، امام ابو حاتم اور دیگر محدثین نے اسے کذاب قرار دیا۔ پس اس کی حدیث نہ تو استشہاداً صحیح ہے نہ ہی متابعۃً۔ یعنی شواہد و متابعت میں بھی اس کی حدیث پیش کرنا صحیح نہیں۔ اِلخ (الامالی: ص ۲۱۴ ق)

(ابن حجر نے تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۹۵ رقم الترجمۃ ۲۰۵۵ میں ابوداود کا قول نقل کیا۔ ھو مجھول و حدیثه ضعیف ، اور خود بھی تقریب میں اسے مجہول قرار دیا۔ رقم الترجمۃ: ۵۸۲۸۔ مترجم) دیکھئے حاشیۃ العلل المتناھیۃ (ج ۲ ص ۷۵۹)

امام بوصیری نے فرمایا: یہ سند ضعیف ہے، محمد بن سعید المصلوب حدیث گھڑنے کے الزام سے متہم ہے۔ اِلخ (اس حدیث کے سلسلے میں علامہ الفوزی کا کلام ختم ہوا) [باقی آئندہ شمارے میں، ان شاءاللہ]

سنن مہجورہ **وتر کے بعد ایسی دعا جس کا پڑھنا چھوڑ دیا گیا** ابوالریان نعیم الرحمٰن

[بعض ایسی سنتیں ہیں جنہیں عام لوگوں نے غفلت یا لاعلمی کی وجہ سے چھوڑ رکھا ہے۔ محترم جناب ابوالریان نعیم الرحمٰن (چیچہ وطنی) نے خوب محنت کر کے ان سنن مہجورہ کو جمع کیا ہے۔ ان کی اس غیر مطبوعہ کتاب سے یہ انتخاب قارئین کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ /فضل اکبر کاشمیری]

وتر کی نماز کے سلام کہنے کے بعد بلند آواز سے تین مرتبہ '' سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ '' کا کہنا ایسی سنت ہے جس پر عمل چھوڑ دیا گیا ہے۔ رسول کریم ﷺ کے اس پیارے عمل کی دلیل سیدنا (ابن) ابزیٰ رضی اللہ عنہ (اور سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ) کی روایت کردہ حدیث ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ بے شک جب نبی ﷺ جب سلام پھیرتے تو تین مرتبہ '' سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ '' بلند آواز میں فرماتے۔ احمد کی روایت میں '' ورفع بها صوته '' کے الفاظ ہیں یعنی اس کلمہ کے ساتھ اپنی آواز کو بلند فرمایا۔

(احمد ۳/۴۰۶ ح ۱۵۴۲۸ و حاکم ۱/۳۰۷ ح ۱۰۰۹، اس حدیث کی سند کو امام حاکم، حافظ ذہبی اور شیخ البانی نے صحیح قرار دیا ہے۔ ابوداود کتاب الصلاۃ باب تفریع ابواب الوتر ح ۱۴۳۰ والبیہقی فی السنن الکبریٰ ۳/۴۱، ۴۲)

[صحیح ، ورواه سلمة بن كهيل و زبيد عن ذر به وسنده صحيح /نیل المقصود فی تحقیق سنن ابی داود ح ۱۴۳۰]

مولوی محمد نذیر آف سری لنکا کا جماعت المسلمین (رجسٹرڈ) سے

مباھلہ

مولوی محمد نذیر صاحب جو سری لنکا میں جماعت المسلمین (رجسٹرڈ) کے بانی ہیں۔اورنہوں نے وہاں جماعت المسلمین کے لئے کافی کام کیا ہے،لیکن جب انہوں نے اس جماعت کا غیر جانبرداری سے مطالعہ کیا تو ان پر یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ یہ جماعت بھی فرق باطلہ میں سے ایک باطل فرقہ ہے چنانچہ انہوں نے اس جماعت سے علیحدگی کا اعلان کر دیا اور اس کے ساتھ ہی جماعت المسلمین (رجسٹرڈ) کو مباھلہ کا چیلنج بھی دے دیا جسے وہاں کے امیر نے قبول کرلیا اور پھر لوگوں کے سامنے ایک میدان میں مباھلہ ہوا جس میں انہیں کامیابی ہوئی جس کے نتیجہ میں دوسرے ہی دن مسعود احمد بی ایس سی صاحب کی موت واقع ہوگئی۔اس بات کا ذکر مولوی محمد نذیر صاحب نے سید وقار علی شاہ کے نام لکھے ہوئے اپنے خط میں کیا ہے جس کے اصلی متن کا ترجمہ آپ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔

'' **بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم** اللّٰہ کے بندے محمد نذیر کی طرف سے سید وقار علی شاہ کے نام

السلام علی من اتبع الھدی

امابعد !میں نے آپ کی کتاب ''جماعت المسلمین یا جماعت التکفیر'' کا مطالعہ کیا۔چند دنوں سے میں بھی مسعود احمد (بی ایس سی) کی کتابوں اور جو کچھ ان کتابوں میں بدعتیں اور اجتھادات باطلہ کئے گئے ہیں ان کے متعلق غور وفکر کررہا تھا۔میں جماعت المسلمین والوں میں مسعودی مذہب کی اندھی تقلید کا رجحان پایا۔یہاں تک کہ ایک مرتبہ سری لنکا کے امیر عمر صاحب فرمانے لگے کہ ''جب امام مہدی تشریف لائیں گے تو وہ بھی مسعود احمد صاحب کی کتاب منہاج المسلمین پر عمل کریں اور ایک مرتبہ فرمانے لگے کہ ''ہمارے امام مسعود احمد صاحب بڑے علامہ ہیں،ہم پر لازم ہے کہ ہم اختلافات میں کی اتباع کریں اور انہوں نے سورۃ نساء کی آیت نمبر ۵۹ سے استدلال کیا:**فان تنازعتم فی شئ فردوہ الی اللّٰہ والرسول** ''پس اگر تمہارے درمیان کسی مسئلہ پر نزاع ہوجائے تو اسے اللہ اور رسول (ﷺ) پر پیش کرو۔پھر کہا کہ ''اس دور میں رسول اللہ ﷺ تو ہم میں موجود نہیں ہیں پس ہم پر لازم ہے کہ ہم اپنے اختلافی امور کو مسعود احمد صاحب کی طرف لوٹائیں اور ان کے فتووں کو اختیار کریں یعنی اتباع کریں۔

پس ان تمام باتوں کو دیکھ کر مجھ پر اس نئے فرقہ کی گمراہیاں واضح ہوگئیں،**فللّٰہ الحمد** اور میں نے ۲۸ رمضان ۱۴۱۷ھ کو پٹلم (Pattalam) شہر کی مسجد المسلمین میں نماز جمعہ کے بعد جماعت المسلمین (رجسٹرڈ) سے اعلان براءت دیا۔پھر میں اپنی مباھلہ کا چیلنج دیا اور ۵ شوال ۱۴۱۷ھ کو پٹلم شہر کی مسجد المسلمین کے قریب کے میدان میں مباھلہ مقرر ہوا۔اور لوگوں کے سامنے دونوں فریقوں نے ایک دوسرے پر لعنت اور بدعا کی۔پھر میں نے سنا اگلے دن یعنی ۶ شوال ۱۴۱۷ھ کو مسعود احمد وفات پاگئے **فللّٰہ الحمد**

ہم میں اور جماعت المسلمین میں جوفرق ہے اس کا خلاصہ یہ ہے:

(۱) ہم مسلم ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ھو سماکم المسلمین (اس نے تمہارا نام مسلمین رکھا)

جماعت المسلمین نام بدعت ہے اس لئے کہ نبی ﷺ نے جماعت المسلمین نام نہیں رکھا پس اس کا نہ تو ترجمہ ہوسکتا ہے اور نہ ہی مضاف اور رمضان الیہ کے درمیان کوئی تفریق ہوسکتی ہے اگر جماعت المسلمین (سارے کا سارا) نام ہوتا جیسا کہ حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کی روایت میں آتا ہے کہ انہوں نے عرض کیا کہ '' (اے اللہ کے رسول ﷺ) مسلمین کی جماعت کو نہ پاؤں اور نہ ہی ان کا امام تو (پھر کیا کروں؟)'' اگر جماعت المسلمین نام ہوتا تو نبی ﷺ ان کی تصحیح فرماتے (یعنی صرف جماعت کہنے پر اکتفاء کرنے کے بجائے انہیں پورا نام جماعت المسلمین کہنے کی تاکید فرماتے) جماعت صفت ہے۔

(۲) السنۃ: سنت کے لحاظ سے امام یا امیر کو امام المسلمین یا امیر المؤمنین کہا جائے گا نہ کہ امیر جماعت المسلمین پس امیر جماعت المسلمین کے الفاظ بدعت ہیں، اس لئے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جماعت المسلمین اور ان (مسلمین) کے امام کو لازم پکڑ۔ یعنی امام المسلمین میں ضمیر ''ھم'' مسلمین کی طرف پلٹتی ہے نہ کہ جماعت کی طرف اور مسعود احمد صاحب کے نزدیک اجماع صحابہ حجت ہے پس صحابہ کرام نے ''امیر المؤمنین'' نام پکارا ہے۔

(۳) وہ ان کے مقلد ہیں (یعنی جماعت المسلمین والے (اپنے ''خودساختہ'' امام کے مقلد) اور ہم قرآن وحدیث کے متبع ہیں۔ وباللّٰہ التوفیق　نذیر احمد　۱۰ شوال ۱۴۱۷ھ ''

مولوی محمد نذیر صاحب نے سید وقار علی شاہ صاحب سے مسعود احمد بی ایس سی کا جاری کردہ وہ لیٹر (خط) بھی طلب کیا ہے جس کا نام انہوں نے ''اظہارِ حقیقت'' رکھا ہے اور جس میں انہوں نے فرقوں کو غیر مسلم قرار دیا ہے اور پھر (انہوں نے دوسرا خط جاری کیا) اُن کی جاری کردہ دونوں تحریروں میں فرق نمایاں ہے، ملاحظہ فرمائیں:

(جاری کردہ) ڈاکٹر ابو جابر عبداللہ دامانوی　بلاک ۳۶ مکان 614 کیماڑی　کراچی (75620)

حافظ شیر محمد

سیدنا زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ سے محبت

سیدنا نبی کریم ﷺ کے حواری سیدنا زبیر بن العوام بن خویلد رضی اللہ عنہ آپ کی پھوپھی صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا کے فرزند ارجمند اور عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ:

''**إن لكل نبي حوارياً وحواريّ الزبير بن العوام** '' ہر نبی کا ایک حواری ہوتا ہے اور میرے حواری زبیر بن عوام ہیں (صحیح البخاری:۲۸۴۶ و صحیح مسلم:۲۴۱۵)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ:''**أما أبوه فحواري النبيّ** ﷺ '' اور اس (عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما) کے ابا جان، نبی ﷺ کے حواری تھے (صحیح البخاری:۴۶۶۵)

سفیان بن عیینہ نے فرمایا کہ: حواری ناصر (مددگار) کو کہتے ہیں (سنن ترمذی:۳۷۴۴ وسندہ صحیح)

بنوقریظہ والے دن، نبی ﷺ نے زبیر رضی اللہ عنہ کو فرمایا:'' **فداك أبي وأمي** '' میرے ماں باپ تجھ پر فدا (قربان) ہوں (صحیح بخاری:۳۷۲۰ و صحیح مسلم:۲۴۱۶)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''**ماأجدأحق بهذا الأمر من هؤلاء النفر أو الرهط الذين توفي رسول الله** ﷺ **وهو عنهم راضٍ، فسمّى علياً وعثمان والزبير وطلحة وسعداً وعبدالرحمٰن** '' میرے خیال میں اس خلافت کا مستحق ان لوگوں کے علاوہ دوسرا کوئی شخص نہیں ہے، جن سے رسول اللہ ﷺ وفات تک راضی تھے، آپ نے علی، عثمان، زبیر، طلحہ، سعد (بن ابی وقاص) اور عبدالرحمٰن (بن عوف رضی اللہ عنہم) کا نام لیا۔ (صحیح البخاری:۳۷۰۰)

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:''**أما والذي نفسي بيده إنه لخيرهم ما علمت و إن كان لأحبهم إلى رسول الله** ﷺ '' اور اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے بے شک وہ (زبیر رضی اللہ عنہ) میرے علم کے مطابق ان لوگوں میں سب سے بہتر ہیں اور آپ نبی ﷺ کو ان سب سے زیادہ محبوب تھے (صحیح البخاری:۳۷۱۷)

رب کریم کا ارشاد ہے کہ ﴿اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۛ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ﴾ جن لوگوں نے تکلیف اٹھانے کے بعد بھی اللہ اور رسول کی پکار پر لبیک کہی، ان میں سے نیک اور متقی لوگوں کے لئے بڑا اجر ہے (آل عمران:۱۷۲)

اس آیت کے بارے میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے بھانجے عروہ بن الزبیر رحمہ اللہ سے فرماتی ہیں کہ:

''أبواك ، والله من الذین استجابو الله والرسول من بعدما أصابهم القرح ''اللہ کی قسم، تیرے دونوں والدین (ابا زبیر رضی اللہ عنہ اور نانا ابوبکر رضی اللہ عنہ) ان لوگوں میں سے تھے جنھوں نے زخم و تکلیف اٹھانے کے بعد بھی اللہ و رسول کی پکار پر لبیک کہی (صحیح مسلم: ۲۴۱۸ و ترقیم دارالسلام: ۶۲۴۹)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''زبیر (بن العوام) جنت میں ہیں'' (سنن الترمذی: ۳۷۴۷ و إسنادہ صحیح، الحدیث: ۱۹ص ۵۶)

ایک روایت میں آپ ﷺ نے سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کو شہید کہا (صحیح مسلم: ۲۴۱۷ والحدیث: ۱۹ص ۵۶)

جنگِ جمل میں آپ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے خلاف لشکر میں تھے کہ آپ کے پاس سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما تشریف لائے اور کہا: آپ اپنی تلوار کے ساتھ علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب سے جنگ کر رہے ہیں، (آپ کی والدہ) صفیہ بنت عبدالمطلب کہاں ہے؟ یہ سن کر زبیر رضی اللہ عنہ میدان جنگ سے واپس لوٹ آئے تو (راستے میں) ابن جرموز ملا، اس نے (غداری اور دھوکے سے) آپ کو شہید کر دیا۔ آپ کی شہادت کے بعد عبداللہ بن عباس علی رضی اللہ عنہما کے پاس گئے اور پوچھا: صفیہ کے بیٹے (زبیر) کا قاتل کہاں جائے گا؟ تو علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: (جہنم کی) آگ میں۔

(طبقات ابن سعد ۳/ ۱۱۰ و سندہ حسن، ثابت بن یزید سمع من ہلال بن خباب قبل اختلاطہ، انظر نیل المقصود فی تحقیق سنن أبي داود: ۱۴۴۳)

زر بن حبیش رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میں (سیدنا) علی (رضی اللہ عنہ) کے پاس تھا کہ (سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کے قاتل) ابن جرموز نے اندر آنے کی اجازت مانگی تو علی (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: ابن صفیہ (زبیر رضی اللہ عنہ) کے قاتل کو آگ کی ''خوش خبری'' دے دو، میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ: ہر نبی کا ایک حواری ہوتا ہے اور میرا حواری زبیر ہے (مسند احمد ۱/ ۸۹ ح ۶۸۰ و سندہ حسن)

اس روایت کو حاکم نے صحیح قرار دیا ہے (المستدرک ۳/ ۳۶۷ ح ۵۵۷۹)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے یہ پوری امید ہے کہ میں، طلحہ اور زبیر (بن العوام) ان لوگوں میں ہوں گے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور ان کے دلوں میں جو رنجش ہو گی ہم اسے نکال دیں گے [وہ آمنے سامنے تختوں پر بھائیوں کی طرح (بیٹھے) ہوں گے] (مصنف ابن ابی شیبہ ۱۵/ ۲۸۱، ۲۸۲ ح ۳۷۸۱۰ و سندہ حسن، الحدیث: ۲۰ ص ۴۸)

سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ بچپن میں مسلمان ہوئے تھے اور چھتیس ہجری کو جنگ جمل سے واپس لوٹتے ہوئے شہید کئے گئے۔ رضي الله عنه

تحفۃ الاشراف کی ترقیم کے مطابق کتب ستہ میں آپ کی بیان کردہ بیس سے زیادہ احادیث ہیں ان میں سے مشہور ترین حدیث درج ذیل ہے:

سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

''من كذب عليّ فليتبوأ مقعده من النار''

جو شخص مجھ پر جھوٹ بولے گا وہ اپنا ٹھکانا (جہنم کی) آگ میں تلاش کرے۔ (صحیح بخاری: ۱۰۷)

اے اللہ! ہمارے دلوں کو سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ اور تمام صحابہ کرام کی محبت سے بھر دے۔ رضي الله عنهم أجمعين

احسن الحدیث حافظ ندیم ظہیر

دنیا یا آخرت .....؟

﴿یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا وَزِیْنَتَهَا فَتَعَالَیْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًاo وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِیْمًاo یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ مَنْ یَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ یُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَیْنِ ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرًا o﴾

اے نبی! آپ اپنی بیویوں سے کہہ دیجئے کہ اگر تمہاری مراد زندگانیٔ دنیا اور زینت دنیا ہے تو آؤ میں تمہیں کچھ دے دلا دوں اور تمہیں اچھائی کے ساتھ چھوڑ دوں۔ اور اگر تمہاری مراد اللہ اور اس کا رسول اور آخرت کا گھر ہے تو یقین مانو کہ تم میں سے نیک کام کرنے والیوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے بہت زبردست اجر رکھ چھوڑے ہیں۔ اے نبی کی بیویو! تم میں سے جو بھی بداخلاقی کرے گی اسے دہرا عذاب کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بہت ہی آسان سی بات ہے۔ [الاحزاب: ۲۸ تا ۳۰]

فقه القرآن:

☆ ان آیات میں اس واقعے کی طرف اشارہ ہے کہ جب ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ زیادہ نان ونفقہ کا مطالبہ کیا، جسے آپ نے ناپسند فرمایا اور وقتی طور پر ان سے علیحدگی اختیار فرمائی، جس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ اپنی بیویوں کو اختیار دے دیں تو آپ نے پہلے مجھ سے پوچھا، آپ نے فرمایا ''میں تم سے ایک بات کہتا ہوں لیکن تم جواب دینے میں جلدی نہ کرنا جب تک اپنے والدین سے مشورہ نہ کرلو'' آپ کو علم تھا کہ میرے والدین مجھے آپ سے جدا ہونے کا مشورہ نہیں دیں گے پھر آپ نے یہی آیات تلاوت فرمائیں ﴿یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ﴾ إلخ تو میں نے کہا: میں اپنے والدین سے کیا رائے لوں گی۔ میں تو اللہ، اس کا رسول اور آخرت کا گھر چاہتی ہوں۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی باقی ازواج نے بھی ایسا ہی کیا جو میں نے کیا (صحیح بخاری: ۴۷۸۶) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اختیار دیا تھا (کہ آپ کے ساتھ رہیں یا طلاق لے لیں) پس ہم نے اللہ اور اس کے رسول کا انتخاب کیا لہٰذا دیئے گئے اختیار کو طلاق نہیں سمجھا گیا (صحیح بخاری: ۵۲۶۲)

☆ بیویوں کو اختیار دینا کہ ''چاہے تو نکاح میں رہ چاہے تو (بذریعہ طلاق احسن طریقے سے) جدا ہو جا'' جائز ہے۔

☆ امہات المومنین رضی اللہ عنہن کی عظمت وشان کا بیان کہ انہوں نے دنیا اور اس کی زینت کے مقابلہ میں اللہ، اس کے رسول اور آخرت کا انتخاب فرمایا۔

☆ سنت کے عین مطابق عمل صالح اجر عظیم کا مستحق بناتا ہے۔

☆ جس قدر زیادہ علم اور منزلت ومرتبت عطا کی گئی ہوگی اُسی قدر پکڑ زیادہ سخت ہوگی کیونکہ ایسے حضرات صرف اپنی ذات تک محدود نہیں ہوتے بلکہ پورا معاشرہ (ان کے گناہ یا نیکی سے) متاثر ہوتا ہے۔ واللّٰه أعلم بالصواب

هد ية المسلمين (۳) حافظ زبیر علی زئی

کانوں کا مسح

حدیث:۳ " عن عبدالله بن عباس – وذكر الحديث ، وفيه – ثم قبض قبضة من الماء ثم نفض يده ثم مسح بها رأسه وأذنيه ...... إلخ "

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے......: پھر آپ نے ایک چلو پانی لے کر اسے بہایا (پھر) سر اور کانوں کا مسح کیا......الخ ، ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے (مرفوعاً) بیان کیا ہے۔

(سنن ابی داود: ۱؍۲۰ المجتبا ئیہ: ح ۱۳۷ حدیث)

اس کی سند حسن ہے، اسے امام حاکم نے بھی مستدرک (۱؍۱۴۷) میں روایت کیا ہے علاوہ ازیں کتب احادیث میں اس کے متعدد شواہد ہیں۔

فوائد:

(۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سر کے ساتھ کانوں کا مسح بھی کرنا چاہیے۔

(۲) صحیح و حسن احادیث میں سر اور کانوں کے مسح کا ذکر ہے لیکن گردن کے مسح کا ذکر نہیں۔

(۳) التلخیص الحبیر (ج ۱ ص ۹۳ ح ۹۸) میں ابوالحسین ابن فارس کے جزء سے بلا سند عن فلیح بن سلیمان عن نافع عن ابن عمر منقول ہے کہ: " أنّ النبي ﷺ قال :من توضأ ومسح بيديه على عنقه ، وقي الغل يوم القيامة"

جس نے وضو کیا اور اپنے دونوں ہاتھوں سے گردن کا مسح کیا روز قیامت گردن میں طوق پہنائے جانے سے بچ جائے گا

اس روایت کو اگرچہ ابن فارس نے :" هذا ان شاء الله حديث صحيح " کہا ہے، مگر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تردید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ: " بين ابن فارس و فليح مفازة ، فينظر فيها "

ابن فارس اور فلیح کے درمیان وہ بیابان ہے جس میں پانی نہیں ہے، پس اس کی ابن فارس سے فلیح تک سند دیکھنی چاہئے (یعنی یہ روایت بلا سند ہے چونکہ دین کا دارومدار اسانید پر ہے لہذا یہ بے سند روایت سخت مردود ہے)

(۴) '' چالیس حدیثیں '' کے مصنف محمد الیاس صاحب نے یہ جھوٹ لکھا ہے کہ '' حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے التلخیص الحبیر میں اس روایت کو صحیح لکھا ہے ''۔

(۵) محمد الیاس تقلیدی صاحب نے یہ بھی جھوٹ لکھا ہے کہ: '' علامہ شوکانی نے نیل الاوطار میں بھی ایسا ہی (یعنی اسے صحیح) لکھا ہے '' (چالیس حدیثیں ص:۶) حالانکہ نیل الاوطار میں اس پر جرح موجود ہے (ج ۱ ص ۱۶۴ طبع بیروت لبنان)

(۶) نبی ﷺ نے عمامہ پر مسح کیا ہے (صحیح البخاری ج ۱ ص ۳۳ ح ۲۰۵) اس کے برعکس ہدایہ (ج ۱ ص ۴۴) میں لکھا ہوا ہے کہ عمامہ پر مسح کرنا جائز نہیں ہے (إنا لله وإنا إليه راجعون) ہدایہ کا یہ فتویٰ صحیح بخاری کی حدیثِ رسول ﷺ کے مقابلہ میں مردود ہے۔